امام ابو حنیفہؒ

کی محدثانہ حیثیت

بإهتمام وزیرانی

مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی

تحقیق وتخریج

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

بسلسلہ جدید فقہی تحقیقات

امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت

اہتمام و نگرانی

مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی

تحقیق و تخریج

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

جس میں تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت، "امام ابوحنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام" ایک امتیازی خصوصیت، امام اعظمؒ کا علم حدیث میں مقام، امام اعظمؒ پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات، امام ابوحنیفہؒ بحیثیت ایک عظیم مصنف، جیسے اہم عنوانات پر اہل علم و تحقیق کے مقالات شامل ہیں۔ جو کہ جامعہ کے مختلف مجالس میں پیش کیے گئے۔

مجلس التحقیق الفقہی جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب: امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت
ترتیب: (مولانا) سید نصیب علی شاہ الہاشمی، مولانا نعمت اللہ حقانی
مساعد: مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی
طباعت باراول: یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء، موافق رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
باہتمام: شعبہ جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں
فون: 0928-331353 فیکس: 331355
ای میل: almarkazulislami@maktoob.com
ناشر: المصباح۔16 اُردو بازار لاہور، برائے جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
مرکزی تقسیم کنندہ گان: بک لینڈ۔16 اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7124656

ملنے کے پتے

۱۔ شعبہ جدید فقہی تحقیقات جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں
۲۔ مکتبہ دیوبند عقب قصہ خوانی محلہ جنگی نزد انجمیتہ اکیڈمی پشاور
۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن پوسٹ بکس نمبر ۷۴۸۰۰ کراچی ۵
۴۔ بیت الکتب بالمقابل مدرسہ اشرف المدارس نزد گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی
۵۔ مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
۶۔ مکتبہ صمدیہ اندرون میریان گیٹ بنوں
۷۔ Mufti Tariq Ali Shah Wakfield Central Jamia Masjid St, off Charles Wakefield W. Yarks WF 14PG ENGLAND

صحت متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں بدرجہ اتم احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو وخامی کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ برائے تصحیح و درستگی، غلطی کی نشاندہی پہ ادارہ ممنون ہوگا۔ جزاک اللہ خیراً اراکین: المصباح

فہرست ابو اب

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت

عنوان	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۷
تدوین فقہ کی اہمیت وضرورت	۹
فقہ حنفی کی اہمیت وضرورت	۱۰
فقہ حنفی کی ترجیحات وامتیازی خصوصیات	۱۱
بڑے بڑے اولیاء کرام فقہ حنفی کے پابند رہے	۱۲
ترویج فقہ حنفی	۱۲
سب کا علم دو میں	۱۳
فقہ حنفی کی بنیاد اور اساس	۱۴
امام بخاری کے بائیس ثلاثیات فقہ حنفی کی مرہون منت ہیں	۱۴
امام اعظم کی رائے تشریح حدیث ہے	۱۴
عملی زندگی سے مطابقت	۱۵
اکثر سلاطین اسلام، فقہ حنفی کے گرویدہ تھے	۱۸
اراکین مجلس تدوین فقہ حنفی تمام امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے شیوخ تھے	۲۰
امام اعظمؒ کی فقہی مجلس شوری کے جلیل القدر علماء	۲۱
فقہ حنفی اور دور اندیشی	۲۲
فقہ حنفی اور متابعت حدیث	۲۲
تدوین فقہ اجتہاد ابن مسعودؓ کی تکمیل ہے	۲۳
ماہرین کی رائے	۲۴
علامہ ابن خلدونؒ کی رائے	۲۴
امام مالکؒ کی رائے	۲۴
امام شافعیؒ کی رائے	۲۵
امام اعظمؒ کے حق میں حدیثی بشارت	۲۵
ائمہ کبار فقہ حنفی کا خوشہ چین تھے	۲۷
وکیع ابن الجراحؒ کی رائے	۲۷
تدوین فقہ امت پر احسان عظیم ہے	۲۸
فقہ حنفی کی مقبولیت اور چند دیگر خصوصیات	۲۹
فقہ حنفی کے امتیاز، امام کردریؒ کے زبان سے	۳۰

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتب مقام ایک امتیازی خصوصیت

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام	۳۵	تابعی کی تعریف	۳۵
		امام صاحبؒ کی تابعیت مشہور و مسلم ہے	۳۷

عنوان	صفحہ نمبر
ایک ایسا شرف جس میں کوئی محدث ان کے ساتھ شریک نہیں	۳۷
روایات منقولہ از صحابہ کرامؓ	۳۹
امام ابوحنیفہؒ کی روایت پر لکھی گئی اجزاء	۴۰
امام اعظمؒ کے روایت عن الصحابہ پر منظوم کلام	۴۰
علامہ عینیؒ کے تائید	۴۰
احادیات امام ابوحنیفہؒ	۴۲
ثنائیات امام ابوحنیفہؒ	۴۴

باب سوم

امام صاحب کا علم حدیث میں مقام

امام صاحبؒ کا طلب حدیث	۴۸
علم حدیث میں امام اعظمؒ کا مقام	۴۹
امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عنداللہ مقبولیت	۵۰
امام ابوحنیفہؒ اپنے معاصرین کی نظر میں	۵۲
امام اعمشؒ کوفی کی نظر میں	۵۲
امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاجؒ کی نظر میں	۵۴
امام حدیث سفیان ثوریؒ کی نظر میں	۵۵
مغیرہ بن مقسم الضبیؒ کی نظر میں	۵۷
حسن بن صالحؒ کی نظر میں	۵۷
امام حدیث مسعر بن کدامؒ کی نظر میں	۵۹
محدث شہیر یزید بن ہارونؒ کی نظر میں	۵۹
امام ابوحنیفہؒ کبار محدثین کی نظر میں	۶۰
امام ابوحنیفہؒ ورع وتقوی میں سب سے اول تھے	۶۳
عبداللہ بن مبارکؒ کا سوال	۶۳
امام ابو یوسفؒ کا ارشاد گرامی	۶۴
حدیث میں امام صاحبؒ کی تلامذہ	۶۷
حدیث میں فقہی ترتیب پر سب سے پہلی تصنیف	۷۰
صحاح ستہ کے ائمہ، سب امام صاحب کی تلامذہ ہیں	۷۰
قبول روایت میں امام صاحب کا حزم واحتیاط	۷۱
امام ابوحنیفہ کی توثیق اور صاحب تاریخ بغداد پر رد	۷۳

باب چہارم

امام اعظم پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات

امام ابوحنیفہؒ پر جارحین کی جرح معتبر نہیں	۷۵
تعدیل ثوریؒ	۷۷
امام ابوحنیفہؒ افقہ اھل الارض تھے	۷۷

عنوان	صفحہ نمبر
امام ابوحنیفہؒ علوم شرعیہ والیہ کے دریائے ناپید کنار اور امام بے بدل تھے	۷۸
امام اعظمؒ کے حاسدین	۷۹
امام اعظمؒ کے حاسدین مبتدعین تھے	۷۹
امام اوزاعیؒ کا اعتراف	۸۰
آپ تو علماء کے سردار ہیں	۸۱
امام ابوحنیفہؒ کے شان پر بعض اعتراضات سے جوابات	۸۴
امام ابوحنیفہؒ کی کہانی خود، ان کی زبانی	۸۶
قلت حدیث کا الزام اور اس کا جواب	۸۸
امام ابوحنیفہؒ عمر میں سب سے بڑے تھے	۹۱
چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب	۹۲
امام صاحبؒ کی جلالت علیا تک معتصبین کے نہ پہنچنے والے پتھر	۹۳
فائدہ	۹۶
امام ابوحنیفہؒ کا حدیث ضعیف میں موقف	۹۷
امام حدیث اسرائیل بن یونس کی رائے گرامی	۹۹
امام یحیٰی بن معین کا ارشاد	۱۰۱
کیا امام ابوحنیفہؒ فقہی قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے تھے؟	۱۰۳
حاسدین امام اعظمؒ کا ایک سنگین جرم	۱۰۵
امام صاحبؒ پر اہل الرائے کا الزام اور اس کا جواب	۱۰۶
رائے کا لغوی و اصطلاحی معنی	۱۰۶

عنوان	صفحہ نمبر
کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے	۱۰۹
حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت	۱۰۹
خطیب بغدادیؒ اور ابن خلدونؒ کے منقول الزامات کا تحقیقی جواب	۱۱۱
علامہ ابن خلدونؒ کی منقول روایت کی توجیہات	۱۱۲
فقہ حنفی پر مخالفت حدیث کے الزام کی حقیقت	۱۱۳
امام ابوحنیفہؒ پر عقیدہ ارجاء کا الزام اور اس کی تحقیقی جواب	۱۱۵
بسلسلہ امام اعظمؒ پر عقیدہ ارجاء کا الزام اور اس کا جواب	۱۱۶
صاحب حقیقۃ الفقہ کا تدلیس	۱۱۸
حقیقت پوشی کی ناکام کوشش	۱۱۹
حقیقۃ الفقہ کی عبارت	۱۱۹
ارجاء کی الزام حسد اور بغض پر مبنی ہے	۱۲۰
ارجاء کی حقیقت	۱۲۰
ارجاء کی معنی	۱۲۱
امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی وضاحت	۱۲۲
عبارت مذکورہ سے امور مستفادہ	۱۲۳
نزاع لفظی سے فساد اعتقاد نہیں آتا	۱۲۳
مرجئہ مذموم کے مذموم عقائد	۱۲۴
فقہ اکبر میں امام صاحبؒ کی طرف منسوب اصل عبارت	۱۲۴
غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل	۱۲۶
صاحب حقیقۃ الفقہ کا ناقص ترجمہ	۱۲۷

باب پنجم

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

عنوان	صفحہ نمبر
امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف	۱۳۱
کتاب الآثار	۱۳۳
کتاب الآثار کی امتیازی خصوصیات	۱۳۴
کتاب الآثار کے نسخے	۱۳۵
کتاب الآثار۔ بروایت امام زفر بن الھذیلؒ	۱۳۵
کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسفؒ	۱۳۷
کتاب الآثار۔ بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ	۱۳۷
کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ	۱۳۸
امام ابوحنیفہؒ سے دیگر راویان حدیث	۱۳۹
امام عبداللہ بن مبارکؒ	۱۳۹
امام حفص بن غیاثؒ	۱۳۹
شیخ الاسلام عبد اللہ بن یزید المقریؒ	۱۳۹
امام وکیع بن الجراحؒ	۱۳۹
امام حماد بن زیدؒ	۱۴۰
امام اسد بن عمروؒ	۱۴۰
امام خالد الواسطیؒ	۱۴۰
کتاب الآثار کے شروح، تعلیقات و تراجم	۱۴۱
مسانید امام اعظمؒ	۱۴۳
الفقہ الاکبر، کتاب الرسالۃ الی البتی، کتاب العالم والمتعلم	۱۴۶
کتابیات، مراجع و مصادر	۱۴۷

اہم وضاحت

منعقدہ مختلف فقہی مجالس میں شریک مقالہ نگار حضرات کے مقالات کے مختلف حصے اور اراء کی تبویب کرکے استفادہ کیلئے کتاب کی شکل میں ترتیب دی گئی ہے تاکہ تکرار نہ ہو اور قارئین تسلسل کے ساتھ ان عنوانات سے استفادہ کرسکیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لصاحب الجلالۃ والصلوۃ علی خاتم الرسالۃ وبعد

سیدنا امام ابوحنیفہ النعمانؒ جو کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے امام، فقہ وقانون اسلام کی باضابطہ تدوین وتشکیل کے مدون اول ہیں۔ اور درحقیقت حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی افادات کی ترتیب اور اُن کی قانونی تشکیل بھی حنفی دبستان فقہ کی مرہون منت ہیں۔ امت کے اس عظیم محسن کے خلاف محاذ آرائی، نت نئے الزامات، اعتراضات واتہامات خصوصاً غیر مقلدیت یعنی لا مذہبیت فرقہ کے بعض مکروہ پروپیگنڈے، اسلامی آئین اور شریعت کے نفاذ وترویج میں روڑے اٹکانے اور نظام شریعت کو ناقابل تنفیذ بنانے اور ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔

اِس وقت جبکہ دنیا بھر اور بالخصوص پاکستان میں فقہ اسلامی اور شریعت کے نفاذ کا مسئلہ پھر سے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ تمام علماء امت بالخصوص سواد اعظم اہلسنت کا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ وہ امام اعظم کی علمی زندگی، شخصی وقومی کردار، علمی، فقہی، حدیثی اور ائمی خدمات، حنفی فقہ کی جامعیت، اس کی قانونی وآئینی وسعت وہمہ گیری، امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام، امام صاحب کی حدیث دانی، امام اعظم پر جرح واعتراضات اور ان کے مسکت جوابات، امام صاحب کی تصنیفات وتالیفات اور ہر دور میں قابل نفاذ اور کامیاب نظام کے طور پر تعارف کرائیں۔ اس سلسلے میں مخالفین کے اُٹھائے گئے اعتراضات، مطاعن اور شکوک وشبہات کا مدلل اور مسکت جواب دیں اور مخالف فتنوں کے دام تزویر میں پھنسنے والوں کے لئے تحقیق ودلیل کی شمع جلائی جائے اور ہدایت وراہنمائی کا چراغ روشن کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ بانی مرکز مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی (ممبر قومی اسمبلی) جو کہ دینی وعلمی وسماجی خدمات میں تاریخی کردار ادا کر رہے ہیں ان کے نگرانی میں جامعہ المرکز الاسلامی بنوں کا شعبہ جدید فقہی تحقیقات طویل عرصے سے

اس اہم اور حد درجہ محتاط موضوع پر بڑے حزم واحتیاط سے کام کرتے رہے۔ اس موضوع کے متعلق جامعہ المرکز الاسلامی کے زیر ادارت مختلف علمی کانفرس، سیمنار اور فقہی مجالس میں ملک و بیرون ملک کے جید اہل علم وفضل نے وقیع ضخیم مقالات بھی پڑھ کر سنائیں، اور ان حضرات کی تحقیقی مقالات اور گراں قدر معلومات جامعہ المرکز الاسلامی کے خالص علمی، تحقیقی مجلہ ''سہ ماہی المباحث الاسلامیہ'' اور ملک و بیرون ملک کے اہم علمی و دینی جرائد میں وقت بوقت شائع ہو کر علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ الحمد للہ کہ حالات کے تقاضوں، وقت کی ضرورت بلکی سیاست، قارئین کے مسلسل خطوط اور بین الاقوامی سطح پر عام انسانوں میں اسلام کے لئے تڑپ، امن وسکون اور نجات وفلاح کے ضامن مذہب وآئین کی تلاش میں اضطراب، ہیجان اور تجسس پایا جاتا ہے۔ بالآخر شعبہ جدید فقہی تحقیقات کی تحقیقی اور تحریری کاوشیں ثمر آور ہو کر ''امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے مرتب ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں، جو ایک تحقیقی تصنیف اور ایک علمی و تاریخی شاہکار ہے، اور اب اسے ادارہ ''شعبہ جدید فقہی تحقیقات'' بہی خواہان ملت اور ہمدردان امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی دلیل، خود امام اعظم ابوحنیفہ کی کرامت اور مخلص احباب ورفقاء کی شبانہ روز محنت اور دعاؤں کی برکت ہے کہ یہ ادارہ ایک عظیم علمی دستاویز کے لکھنے میں کامیاب ہو گیا ہے، پیش نظر کتاب، علمی و دینی حلقوں، تحقیقی و مطالعاتی اداروں، فقہ وقانون سے دلچسپی رکھنے والوں، تاریخ کے طالب علموں، علماء احناف کے کارنامے جاننے والوں، امام اعظم کی حدیثی خدمات سے واقفیت کے شائقین اور فقہ حنفیہ کی ترویج واشاعت کے مخلصین کیلئے واقعۃً ایک نادر علمی تحفہ ہے جسے بجا طور پر اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب قرار دیا جاتا ہے۔

(مولانا) نعمت اللہ حقانی
رکن شعبہ جدید فقہی تحقیقات
جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت

یہ باب دراصل حضرت مولانا عطاء الرحمٰن خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان کا پیش کردہ مقالہ بعنوان ''فقہ حنفی کی ترجیحات اور خصوصیات'' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا مجموعہ ہے ہم نے مقالہ ہذا کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے وقت جگہ جگہ مفید اور مناسب اضافہ بھی قید تحریر لایا ہے اور ہر مضمون سے پہلے عنوان بھی لگائی تاکہ قارئین کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

فقہ حنفی کی اہمیت وضرورت:

اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر شام، عراق، مصر، ایران اور دوسرے وسیع اور زرخیز ملکوں میں پہنچ گیا تھا۔ معاشرت، تجارت، نظام ملکی سب بہت وسیع اور پیچیدہ شکلیں اختیار کر گئے تھے۔ اس وقت ان نئے مسائل وحالات میں اسلام کے اصول کی تطبیق کیلئے علمی ذہانت، معاملہ فہمی، باریک بینی، زندگی اور سوسائٹی سے وسیع واقفیت، انسانی نفسیات اور ملکی ضروریوں سے باخبری، قوم کے طبقات اور زندگی کے مختلف شعبوں کی طرح اور اس سے پیشتر اسلام کی تاریخ وروایت اور روح شریعت سے گہری واقفیت، عہد رسالت اور زمانہ صحابہ کے حالات سے پوری آگاہی اور اسلام کے پورے علمی ذخیرہ (قرآن، حدیث، لغت، قواعد) پر کامل عبور کی ضرورت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا اور اس امت کی قسمت مندی کہ اس کارعظیم کیلئے ایسے عظیم لوگ میدان میں آئے، جو غیر معمولی ذہانت، دیانت، خلوص وتدبر میں تاریخ کے ممتاز ترین افراد ہیں۔ پھر ان میں سے چار شخصیتیں امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ) امام شافعی (م ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) جو فقہ کے چار دبستان فکر کے امام ہیں، اور جن کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں زندہ اور مقبول ہے، اپنے تعلق باللہ، للہیت، قانونی فہم، علمی انہماک اور جذبہ خدمت میں خاص طور پر ممتاز ہیں، ان حضرات نے اپنی پوری زندگی اور اپنی ساری قابلیتیں اس بلند مقصد اور اس اہم خدمت کیلئے وقف کر دی تھیں۔

انہوں نے دنیا کے کسی جاہ وعزاز اور کسی لذت ورحمت سے سروکار نہیں رکھا تھا۔ امام ابوحنیفہ کو دو بار عہدہ قضا پیش کیا گیا اور انہوں نے انکار کیا، یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ امام مالکؒ نے ایک مسئلہ کے اظہار میں کوڑے کھائے اور ان کے شانے ترگئے۔ امام شافعی نے زندگی کا بڑا حصہ عسرت میں گذارا، اور اپنی صحت قربان کرائی۔ امام احمد نے تن تنہا حکومت وقت کے رجحان اور اس کے سرکاری مسلک کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے مسلک اور اہل سنت کے طریقے پر پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے موضوع پر تن تنہا اتنا کام کیا اور مسائل وتحقیقات سے اتنا بڑا ذخیرہ پیدا کر دیا، جو بڑی بڑی منظم جماعتیں اور علمی ادارے بھی

آسانی سے نہیں پیدا کر سکتے۔

پھر ان کو شاگرد ایسے ممتاز ملے، جنہوں نے اس ذخیرہ میں اضافہ کیا، اور ان کی تنقیح و ترتیب کا کام جاری رکھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ جیسا قانونی دماغ نظر آتا ہے جس نے ہارون رشید کی وسیع ترین سلطنت کے قاضی القضاۃ کے فرائض کامیابی کے ساتھ انجام دیئے، اور اسلام کے اصول معاشیات پر "کتاب الخراج" جیسی عالمانہ تصنیف کی۔ اسی طرح ان کے شاگردوں میں امام محمد جیسا فقیہ اور مؤلف اور امام زفرؒ جیسا صاحب قیاس نظر آتا ہے جنہوں نے فقہ حنفی کو چار چاند لگائے۔ امام مالکؒ کو عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمن بن قاسمؒ، شہب بن عبدالعزیزؒ، عبداللہ بن عبدالحکم، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی جیسے وفادار شاگرد اور رفیق ملے، جن کی کوششوں سے مصر اور شمالی افریقہ فقہ مالکی کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ امام شافعیؒ کو بویطی، مزنی اور ربیع جیسے محنتی اور ذہین شاگرد ملے، جنہوں نے فقہ شافعی کو مرتب و منقح شکل میں پیش کر دیا۔ امام احمدؒ کی فقہ کو ابن قدامہؒ جیسا مصنف اور محقق حاصل ہوا، جس نے المغنی جیسی عظیم الشان تصنیف کی، جو فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیحات و امتیازی خصوصیات:

ان تمام حضرات کے فقہی مذاہب پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو ان میں سے ترجیح اور امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے۔ جس کی بے شمار وجوہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ اگرچہ سنہ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن علامہ کوثریؒ نے قرائن و دلائل سے اسی کو ترجیح دی ہے۔ امام اعظمؒ امام مالکؒ سے کم از کم پندرہ (۱۵) سال بڑے تھے۔ اور امام اعظم تابعی تھے انہیں چھبیس صحابہ کرام سے امام صاحبؒ کی ملاقات ثابت ہے۔ امام اعظمؒ سے امام مالکؒ کا تلمذ بھی ثابت ہے۔ نیز امام اعظمؒ کے متعلق فرماتے کہ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں، نیز فرماتے کہ وہ گرمزی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اسکو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے۔ اور امام مالکؒ امام اعظمؒ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے، اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور مستفید

ہوتے تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحبؒ کے ان کو پہنچے۔ اور خود امام مالکؒ کا تائیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام مالک سے چند محدثین کا حال دریافت کیا امام مالک نے ان کے حوال کا بیان فرمایا۔ پھر امام ابوحنیفہ کا تو فرمایا (سبحان اللہ لم ار مثلہ) سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے خدا کی قسم! میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان ص ۲۹) (اضافہ از مرتب)

بڑے بڑے اولیاء کرام بھی فقہ حنفی کے پابند رہے

امام ابوحنیفہ صرف محدث اور فقیہ ہی نہ تھے، بلکہ تصوف اور تزکیہ نفس کے بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کے روحانی خلفاء میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، داؤد طائیؒ، ابو حامد الحفاف، شقیق بلخی، معروف کرخی، ابو یزید بسطامی، فضل بن عیاضؒ، خلف بن ایوب، عبد اللہ بن مبارکؒ، وکیع بن جراح، ابوبکر وراق رحمہم اللہ جیسے اولیاء کرام شامل تھے چنانچہ اس سلسلے میں علامہ علاؤالدین حصکفی کے عربی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ کما فی الدر المختار قولہ (وقد اتبعہ علی مذھبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاھدۃ ورکص فی میدان المشاھدۃ کابراھیم ابن ادھم و شقیق البلخی و معروف الکرخی و ابی یزید البسطامی وفضل بن عیاض و داود الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب (در مختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱/ ۴۰) (اضافہ از مرتب)

ترویج فقہ حنفی:

ابتداء میں حنفی مذہب کے اثر و نفوذ کا سبب حنفی قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن اس سیاسی اثر کے علاوہ کچھ دیگر اسباب بھی حنفی مذہب کے ہر دلعزیزی کی باعث تھے۔ مثلاً عام لوگوں کا حنفی مذہب سے مانوس ہو جانا، یہ علماء حنفیہ کی وہ مساعی جمیلہ جو انہوں نے اس مذہب کو مقبول عام بنانے میں بروئے کار لائیں۔ یا وہ مناظرات و مباحثے جو حنفی فقہاء اور دیگر مذہب کے علماء و فقہاء کے درمیان ہوتے رہے چنانچہ جب سیاسی قوت کمزور ہو گئی تو علماء ہی کی جدوجہد تھی جس نے مختلف بلاد و

امصار میں حنفی مذہب کو زندہ رکھا۔ اس ضمن میں علماء کی کوشش ایک نہج پر قائم نہیں رہی بلکہ رفتار زمانہ کے پیش نظر اس میں کبھی قوت رونما ہوئی اور کبھی کمزوری واقع ہوئی۔

جن بلاد و امصار میں علماء اثر و رسوخ کے حامل تھے وہاں یہ مذہب پھلا پھولا اور برگ و بار لایا، لیکن جہاں علماء کمزور رہتے وہاں مذہب بھی کمزور پڑ گیا۔ اب ہم ان بلاد کا ذکر کرتے ہیں جہاں یہ مذہب زندہ رہا۔ ہم پہلے بلاد مغرب اور مشرق شہروں کا ذکر کریں گے۔

(اضافہ از مرتب)

امام اعظم کا مولد و مسکن اور علمی، فقہی، سیاسی سرگرمیوں کا مرکز کوفہ علم شہر ہے کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے۔ طبقات ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق کوفہ میں تین سو (۳۰۰) صحابہ کرام بیعت الرضوان میں شریک ہونیوالے اور ستر (۷۰) بدری صحابہ تھے۔ اور امام صاحبؒ کی درسگاہ کوفہ کے سرپرست اعلیٰ باب علم حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ ہیں اور صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ اور ان دونوں حضرات کے علوم حدیث و فقہ پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ سراج الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے اقران کے مذہب کو امام ابوحنیفہ زیادہ لازم پکڑنے والے تھے۔ اور ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فیصلے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کے فیصلے تھے۔

سب کا علم دو میں:

حضرت علی المرتضیٰ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق علامہ ابن قیمؒ امام مسروق کا قول اعلام الموقعین میں نقل فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو سب کا علم چھ (۶) صحابہؓ میں موجود پایا۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ پھر ان چھ کو جانچا تو ان کا علم حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں پایا۔

فقہ حنفی کی بنیاد اور اساس

[illegible] علم میں [illegible] کا تو کہنا ہی کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے علم و فضل پر [illegible] آپ نے ان کو چار سندوں سے نوازا تھا۔ سند قرآن مجید، سند [illegible] سند [illegible] سند [illegible] والوں سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تو امام صاحب کی فقہ کی بنیاد [illegible] سے علوم پر ہے، اسلئے امام صاحب کی فقہ ائمہ اربعہ کی فقہ میں تابعی [illegible] ہے۔

امام بخاریؒ کے ۲۲ ثلاثیات فقہ حنفی کی مرہون منت ہیں:

[illegible] فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے علماء میں اعلم تھے، حالانکہ امام [illegible] سے علم حاصل کیا، امام [illegible] امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام [illegible] عبد اللہ بن مبارک [illegible] محدثین تھے ان سے [illegible] میں [illegible] کے معتمد ساتھی تھے۔ یحییٰ بن [illegible] حدیث و فقہ میں امام صاحب سے [illegible] امام بخاری وغیرہ کے استاذ ہیں۔ امام بخاریؒ [illegible] کی [illegible] کس قدر ناز کریں کم ہے، یہ امام بخاریؒ کو جو بیس (۲۲) ثلاثیات کا فخر [illegible] ہے [illegible] یہ [illegible] احادیث ان کے تلامذہ سے ہیں۔ اور باقی میں سے بھی نو (۹) [illegible] فقہ سے ہیں اور وہ (۲) غیر حنفی رواۃ سے ہیں۔ تو امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کی [illegible] ان کا [illegible] سے [illegible] امام اعظم [illegible] حدیث کا طعن کرنا انتہائی ظلم [illegible]

امام اعظم کی رائے تشریح حدیث ہے

[illegible] فرماتے ہیں [illegible] اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقہ کا ماخذ کتاب اللہ [illegible] امام اعظم کی فقہ میں بلند مقام کے بارے میں حافظ محمد بن یوسف [illegible] فقہ و احکام میں لکھتے ہیں [illegible] کا تتمہ یہ ہے "امام ابوحنیفہؒ بڑے حفاظ [illegible] امام [illegible] اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے [illegible] ان میں [illegible] کا علم ان کو کہاں سے حاصل ہوتا"؟ تو اس سے معلوم ہوا [illegible]

حدیث اور حفاظ حدیث میں تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی امام ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ ان ابا حنیفۃ اماماً (تذکرہ ۱۶۰ ج ۱ بحوالہ مقام ابی حنیفہ) اس سے معتبر حدیث کی امامت ہے۔ سب کے نزدیک مسلم امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "امام ابوحنیفہ کی رائے" کو لفظ مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، یعنی جو حقیقت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک وہ شخص ہے کہ امام بخاری نے اپنی رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے۔ ابن مبارک کی رائے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پھر تو امام صاحب کو باقی ائمہ کرام کی نسبت ذخیرہ حدیث بھی زیادہ پہنچا تھا، جبکہ امام صاحب کی رائے کو حدیث کی تفسیر و تشریح کہا جائے اور شاید اسی لئے ابن مبارکؒ نے امام صاحبؒ کو امام اعظمؒ کا لقب دیا تھا۔

عملی زندگی سے مطابقت:

ماہنامہ بینات مطبوعہ ماہ صفر ۱۳۹۱ھ میں تحریر ہے۔ امام صاحب کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور والیان ریاست کے کام آیا، عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں **قضی بہ الخلفاء والائمہ والحکام واستقر علیہ الامر** خلفاء، حکام اور ائمہ امام صاحب کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر عمل ہونے لگے۔ (مناقب ج ۲ ص ۴۱)

امام ابو یوسف چونکہ عباسی خلافت کے ابتدائی مراحل میں ہی محکمہ عدلیہ کے قاضی القضاۃ (Chief Justice) کے عہدے پر متمکن ہو گئے تھے، اس لئے آپ نے اپنے زیر نگرانی فقہ حنفی کے ماہرین کو قضاۃ مقرر کیا۔ اس طرح فقہ حنفی محض ایک "کتابی قانون" نہیں رہا بلکہ عملی زندگی میں رائج ہونے کا موقع ملا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۹۹)

کسی قانون کی فوقیت اور برتری دو چیزوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس کی ذاتی صلاحیت و واقعیت کہ وہ انسانی زندگی کی گتھیوں کو سمجھنے کی ٹھیک صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو، ورنہ اسے قانون نہیں بلکہ "نادر شاہی حکم" کہنا چاہئے۔

۱۰۔ قوت نافذہ۔ یعنی اس کی ہدایت منوانے کیلئے سے قوت و اقتدار حاصل ہو، ورنہ بہتر سے بہتر اور معقول پر مبنی قانون بھی اپنی اصلاحی و فلاحی صلاحیتوں کو اجاگر نہیں کر سکتا۔ غالب کسی فلسفی شاعر نے اسی بنا پر کہا ہے

لیس یحلی الحق رأی مسدد ادالم تؤیدہ بسطف مھد

ترجمہ حق کو مطلقاً دلیل کی قوت سے نہیں منوایا جا سکتا جب تک کہ اس کی پشت پر قوت نافذہ موجود نہ ہو۔ چنانچہ فقہ حنفی کے نفاذ و اشاعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب مہیا ہوئے کہ بیشتر حکومتوں نے اسی کو عدالتی قانون کے طور پر اپنایا۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں ہی امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ (Chife Justice) مقرر ہوئے۔

(زرکلی الاعلام ج ۳ ص ۱۶۶)

جس کے سبب سلطنت عباسیہ کے حدود بخارا و سمرقند سے مراکش تک اور سندھ سے آرمینیا و روس تک پھیلے ہوئے تھے، تمام علاقوں میں فقہ حنفی کے ماہر قضاۃ مقرر ہوئے اس نے فقہ حنفی سے حکمرانوں کی طرف لوگوں کی رغبت فطری امر تھا۔ خلافت عباسیہ کی سیاسی سرحدیں پھیلی پڑی تو افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں پر غزنوی حکومت نے اہل السنۃ کے فقہی مذہب میں سے فقہ حنفی و عدالتوں میں جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے لئے مصر کے فاطمی خلفاء نے بغداد اور گردونواح سمیت دجلہ تک غلبہ حاصل کر لیا اور خلافت عباسیہ کو بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں سے فقہ حنفی کو بھی نکال باہر کیا۔ مگر یہ صورت حال زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکی اور خلافت عباسیہ کے زیر اثر سلجوقی حکمرانوں نے مصر سمیت تمام خطوں میں دوبارہ عباسی خلافت اور حنفی فقہ کو زندہ کر دیا۔ (اوزبہ ابوحنیفہ ص ۳۶۶، سیرۃ النعمان ص ۲۳۲) خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد خلافت عثمانیہ نے بھی اپنے حدود میں فقہ حنفی کو ہی رائج کیا۔ ہندوستان میں خاندان غلاماں اور اس کے بعد مغل حکمرانوں نے بھی فقہ حنفی کو ہی سرکاری فقہی مذہب کے طور پر اپنایا۔ (شرائی امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین ص ۷۰، اوزبہ ابوحنیفہ ص ۳۶۲، علامہ محمد زاہد الکوثری مقالات الکوثری)

اسی وجہ سے ہندوستان افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں ایک دور وہ بھی آیا ہے کہ

جب لوگوں کو کسی مسئلہ کے بارے میں حدیث سنائی جاتی تو وہ کہتے "ہمیں تو ابوحنیفہ اور اس کے شاگردوں کی بات بتاؤ" (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۴۵)

کیونکہ ان لوگوں کو یقین تھا کہ ابوحنیفہؒ حدیث کی سب سے بہتر تشریح کر سکتے تھے۔ اور ان کا مذہب حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح فقہ حنفی کی جڑیں بہت مضبوط اور عوامی زندگی میں گہری اتر گئیں اور ظالموں کی چیرہ دستیوں کے باوجود مسلم دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ تھا جس میں فقہ حنفی کی تعلیم کے ادارے موجود نہ ہوں۔ بلکہ فتنہ تاتار کے بعد تو مشرقی علاقوں میں سوائے احناف کے تعلیمی مراکز کے کسی بھی اسلامی فقہی مذہب کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب کے رواۃ رجال کا تذکرہ ایک الگ کتاب میں لیا ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہ کی بہت تعریف وتوصیف کی ہے لیکن ان کا تذکرہ امام مالک کے بعد رکھا ہے۔ محقق وقت ملا علی القاری نے مرقاۃ شرح المشکوۃ میں اس پر تنقید کرتے ہوئے مختلف وجوہ سے امام مالکؒ پر امام صاحب کی فضیلت ثابت کی ہے۔ اس ضمن میں مذہب حنفی کی شہرت کا ذکر فرماتے ہیں۔

واما معرفته فمعروفة لانها عمت الخلق شرقا و غربا سيما في بلاد ما وراء النهر وولاية الهند والروم فانهم لايعرفون اماما غيره ولا يعلمون مذهبا سوى مذهبه ترجمہ رہی ان کی شہرت تو اس کے کیا کہنے، کیونکہ مشرق ومغرب خاص کر ماوراء النہر کے علاقے، برصغیر ہند اور ترکی وغیرہ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو لوگ جانتے ہی نہیں اور آپ کے (فقہی) مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب کو سیکھتے ہی نہیں۔ (مرقاۃ مفاتیح ج ۱/ص ۲۷) بشکریہ ماہنامہ بینات صفر ۱۳۹۱ھ

اس معرفت وشہرت کے دیگر اسباب میں سے ایک وہ سبب بھی تھا، اور نہایت قوی تھا، جس کا ہم نے بھی ذکر کیا ہے۔

اکثر سلاطین اسلام فقہ حنفی کے گرویدہ تھے:

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد جمیل خان اپنی کتاب (حیات امام اعظم ابوحنیفہ) میں رقمطراز ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی فقہ کو جس قدر قبولیت حاصل ہوئی اتنی دوسرے ائمہ کی فقہ کو حاصل نہیں ہوئی ترک سلاطین جس کی حکومت مشرق وسطی میں رہی، فقہ حنفی کی پیروکار تھے۔ اسی طرح برصغیر پر حکمرانی کرنے والے تمام سلاطین غوری، غزنی، خاندان غلامان تغلق، مغلیہ سب کے سب فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے فقہ میں کتاب التفرید مرتب کی۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں فتاوی تاتارخانیہ مرتب کیا گیا۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر کی زیر سرپرستی فتاوی عالمگیری مرتب کیا گیا، جو دیار عرب میں فتاوی ہندیہ کے نام سے مشہور ہے جو سند اور دلیل مانا جاتا ہے ساتویں صدی ہجری میں شام کے حکمران الملک معظم عیسی بن الملک عادل ایوبی متوفی ۶۲۳ھ نے فقہ حنفی کا ایک بورڈ اس لئے مرتب کیا کہ امام ابوحنیفہ کا فقہی مسلک مدلل طور پر جمع کر دیا جائے، چنانچہ اس بورڈ نے (النذرۃ) نامی کتاب (دس جلدوں میں مرتب کردی جو سلطان کو زبانی یاد تھی (کشف ص ۲۷۷ جلد ۱) چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں قولہ فالدولة العباسية وان كان مذهبهم مذهب جدهم فاكثر قضاتها ومشائخ اسلا فيها حنفية يظهر ذلك لمن تفحص كتب التواريخ وكان مدة ملكهم خمسمائة سنة تقريباً واما الملوك السلجوقيون وبعدهم الخوارزميون فكلهم حنفيون وقضاة ممالكهم عالمها حنفية واما ملوك زماننا سلاطين ال عثمان ايد الله تعالى دولهم مذكر الحديدان فمن تاريخ تسعمائة الى يومنا هذا لايولون لقضاء وسائر مناصبهم الا الحنفية قاله بعض الفضلاء (ردالمحتار ص ۲۹ ج ۱ مطبوعہ بیروت) ترجمہ: عباسی دور حکومت کا مذہب اگرچہ ان کے دادا کا مذہب تھا کہ اکثر قاضی مشائخ حنفی تھے۔ ان باتوں سے تاریخی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی مدت حکومت تقریباً ۵ سو سال ہے ان کے بعد سلجوقی حکمران اور ان کے بعد خوارزمی سب ہی حنفی تھے۔ اور ان ممالک کے قاضی بھی

اکثر و بیشتر حنفی تھے ، [illegible] زمانہ کے حکمران یعنی سلاطین عثمان اللہ تعالیٰ ان کی حکومت کو تائید سے سرفراز فرمائے) بھی حنفی تھے ۔ اس طرح نو سو برس کا عرصہ اس حال میں گزرا کہ قاضی اور دوسرے اکثر اہل مناصب حنفی تھے جیسا کہ بعض فضلاء نے کہا ہے ۔ (شامی بحوالہ حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۳۰ مؤلفہ مولانا محمد اجمل خاں)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم اپنے معروف علمی کاوش (فتاویٰ رحیمیہ) میں مولانا عبدالرشید نعمانی کے تحریر کا اقتباس نقل کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں ۔

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالیے محمود غزنوی سے لیکر اورنگزیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی تک کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا اس زمانہ میں عوام و خواص سب سے بڑے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے ۔ رعایای آن ملک ہمہ معین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۷) یعنی اس ملک کے تمام رعایا حنفی تھے اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے ناقل ہے حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۶) یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے ، اور حضرت مجدد الف ثانی مغل بادشاہ کے فرمانروائی کے بارے میں رقمطراز ہیں " سلطان وقت خود حنفی می گیرند و از اہل سنت میدانند " یعنی بادشاہ خود اہل سنت و حنفی ہے ، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحصیل العرف فی الفقہ والتصوف میں رقمطراز ہیں (واہل الروم و ما وراء الہند حنفیون) اہل روم اور اہل ہند سب حنفی ہیں ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔ راوی حدیث لو کان الدین عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ہؤلاء یعنی اہل فارس وفی روایۃ لنالہ رجال من ہؤلاء ۔ از شک مذاکرہ می کرد ، فقیہ گفت امام ابوحنیفہ درین قسم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بدست وے شائع ساخت و جمع از اہل سند ہم بر ان فقہ مہذب گردانید خصوصاً در عصر متاخرین ای

کبر حفاظ الحدیث واعیانهم ولو لا کثر [illegible] مسائل الفقه (عقود الجمان باب ۲۳ بحوالہ تانیب الخطیب [illegible] حدیث میں وسعت حفظ کے باوجود امام ابوحنیفہ سے روایات کی تعداد کم ہے۔ اس [illegible] لگ گئے تھے، اسی طرح امام مالک اور امام شافعیؒ سے بھی [illegible] روایات کی تعداد کم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے بڑے حفاظ اور [illegible] حدیث کے ساتھ انہیں زیادہ شغف نہ ہوتا تو فقہی مسائل کا استنباط ان [illegible]

امام ابوحنیفہؒ عمر میں سب سے بڑے تھے

نیز جس روز امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی اس روز امام شافعیؒ پیدا ہوئے [illegible] امام شافعیؒ کی وفات کے وقت امام بخاری کی عمر اس سال تھی اور بوداؤد چھ سال سے تھے ان [illegible] پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

مندرجہ ذیل نقشہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ امام صاحب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک سے سب سے زیادہ قریب تر تھے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تو امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ سے عمر میں ۱۵ سال بڑے ہوئے۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب امام شافعیؒ سے عمر میں ۷۰ سال بڑے ہوئے اس سے امام شافعیؒ کی طرف، امام ابوحنیفہؒ پر تنقیص کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اس لئے کہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو بالکل پایا ہی نہیں اور اگر بالفرض اس کے ادراک زمانہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو امام شافعیؒ خود امام اعظمؒ کی عظمت شان، جلالت قدر کے معترف ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ ناس فقہ کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں (تذکرۃ الحفاظ حدائق صفحہ ۷۷) اس طرح ان اقوال کا بھی کوئی اعتبار نہیں جو امام احمدؒ کی طرف منسوب تنقیص ابوحنیفہؒ کے حق میں نقل کئے گئے ہیں اس لئے کہ امام احمدؒ ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام اعظمؒ عمر میں ان سے ۸۴ سال بڑے ہوئے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ امام اعظمؒ کی

توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ علم، تقویٰ، زہد اور اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ دنیا ان کو نہیں پہنچ سکا (شامی وخیرات الحسان)

امام بخاری علیہ الرحمۃ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں امام بخاریؒ سے ۱۱۴ سال بڑے ہوئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں ان سے ۱۲۲ سال بڑے ہیں امام نسائی رحمہ اللہ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۳۵ سال بڑے ہوئے۔ امام ترمذی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے

الغرض حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین اصحاب ستہ سے عمر میں سب سے بڑے ہیں اور زمانہ نبوتؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں حتیٰ کہ خود صحابہ کرام سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ والصحیح بکلہم عدول اس لئے ان کو احادیث کی چھان بین یا تدوین جرح و تعدیل کی ضرورت نہ ہوئی وہ قوانین اسلام کو مدون کرنے اور مسائل فقہ کے استنباط میں لگ گئے۔ آخر ان کا یہ مکمل فقہ اسلامی اور اس کا پھیلاؤ جو انہوں نے اصول مقرر کر کے مدون کیا ہے۔ کیا یہ شاہد عدل نہیں ہے کہ ان کو قرآن وحدیث پر کتنا عبور تھا۔ یہ فقہ حنفی ان کے محدث ہونے پر پورا شاہد عدل ہے جو لوگ ان پر طعن وتشنیع کو روا رکھتے ہیں ذرا سوچیں ان کے سامنے اپنی استعداد پر نگاہ کریں ان کے اس احسان عظیم کو جو امت پر کیا ہے دل سے ان کا شکریہ ادا کریں، حسن ظن اور اطمینان سے عمل کریں۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات)

چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب:

ملا علی قاریؒ امام محمد بن سماعہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ان الامام ذکر فی تصانیفہ یعنی سبعین الف حدیث و انتخب الاثار من اربعین الف حدیث (مناقب القاری بذیل الجواہر ص ۴۷۴ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۴) کہ امام اعظمؒ نے ستر ہزار سے زائد

روایت ذکر کی ہیں ۔ اور چالیس ہزار احادیث میں سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ۔ امام صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں وانتخب ابوحنیفة الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب موفق ص ۹۵ بحوالہ مقدمہ ص ۱۱۴، مسانید ۔ امام ابی حنیفہ ص ۴۴) یاد رہے کہ محدثین عظام کی یہ اصطلاح ہے کہ سند کے بدلنے اور اسی طرح سند کے کسی راوی کے بدلنے سے حدیث کی گنتی اور تعداد بدل جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے دور میں احادیث کی تعداد کم تھی کیونکہ سند مختصر تھی ۔ اور ائمہ حدیث کے زمانے میں احادیث کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگئی کیونکہ جوں جوں سند بڑھتی گئی اور راوی بدلتے گئے تو احادیث کی تعداد بھی بڑھتی گئی نہ یہ کہ متون حدیث بڑھ گئے ۔ محدثین کی اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے اور انہوں نے محدثین عظام کو بلاوجہ مورد طعن ٹھہرایا ۔ دیگر محدثین کی طرح جہاں کہیں امام صاحب کی طرف حدیثوں کی نسبت ہوتی ہے تو اس سے بظاہر یہی متون حدیث مراد ہیں اور جہاں چالیس ہزار ستر ہزار کا ذکر آتا ہے تو وہاں اسانید اور طرق متعددہ سے مروی احادیث مراد ہیں ۔

خطیب بغدادیؒ یحیی بن معین کی سند سے روایت کرتے ہیں کان ابو حنیفة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ ترجمہ ۔ امام ابوحنیفہ صرف ان احادیث کو بیان فرماتے جو ان کو زبانی یاد ہوتیں ۔ اور جو انہیں یاد نہ ہوتی اُسے بیان نہ کرتے تھے ۔ (مکانہ ص ۱۹۲)

امام صاحبؒ کی جلالت علیا تک متعصبین کے نہ پہنچنے والے پتھر:

علامہ ڈاکٹر احمد قاسم اپنے کتاب "مکانۃ الامام ابوحنیفہ" میں ارقام فرماتے ہیں ۔

قال النسائی فی الضعفاء ابوحنیفة النعمان بن ثابت لیس بالقوی فی الحدیث (الضعفاء والمتروکین ص ۳۳۳) ولکن کلام النسائی هذا لایعتبر جرحاً لان هذا الجرح لیس بمفید واذاتعارض الجرح الذی لم یفسر مع التعدیل المفسر وکان المعدل عارف بما قیل فلاشک اننا نقدم التعدیل علی التجریح دون تردد:

ترجمہ: یحییٰ بن معین کا یہ کلام اس جرح سے معتبر نہیں کیونکہ یہ جرح مفید نہیں اور جب غیر واضح اور غیر مفسر کلام جارح کا کسی معدل سے ٹکرائے تو جرح کا معدل عارف بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بہتر تعدیل کو تجریح پر مقدم رکھیں گے۔

(ترجمہ از مرتب)

(۱) ابن حبان اپنی کتاب (المجروحین میں ابوحنیفہ کی شان میں رقم طراز ہیں) کان رجلا جدلا طاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة وثلاثين حديث مسانيد منها حديث في الدنيا غيرها اخطا منها في مائة وعشرين حديثا اما ان يكون اقلب اسناده اوغير سنده من حيث لا يعلم فلما غلب خطاؤه على صوابه استحق ترك الاحتجاج في احاره (المجروحين ۳/ ۶۱) والجواب من كلام ابن حبان في قوله لم يكن الحديث صناعته فهذا خلاف ما هو المتعارف عليه عند الائمه ان الفقيه لايكون فقيها الااذا احد الكتاب والسنة وتفقه فيهما وعلم اصول ذلك تماماً والا فلايصلح ان يكون فقيهاً وكيف يسلم الناس له بالفقه وهو لايعرف صناعة الحديث وكيف يقول الشافعي الناس في الفقه عيال ابي حنيفة وابو حنيفة لايعلم له بالحديث هذا كلام متناقض مرفوض جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی فقاہت تمام ائمہ کے نزدیک مسلم ہے اس کیلئے جم غفیر من المحدثین شہادت دیتے ہیں کہ حدیث میں اس نے اپنا لوہا منوایا۔ ورنہ پھر یہ فقاہت کہاں سے؟ دوسرے یہ کہ جرح بھی غیر مفسر ہے جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں

وبالعرض ان ابن حبان لاتقوم له حجة مطلقة في كل مادكره من جرح ابي حنيفة والصاق التهم الخطيرة به ونسبة الطامات اليه بل اسارى اباحنيفة يطل انسامح الراس لاتناله حجاره المتعصبين ولا يؤثر فيه افك الافاكين المتحللين (مکانۃ ص ۲۴۴)

(۲) جرح ابن عدی وقال عمرو بن علی ابوحنيفة صاحب الرأى

واسمه النعمان بن ثابت ليس بالحافظ مضطرب الحديث وانما الحديث (الكامل ۷/ ۲۴۷۳) الجواب عنه ان هذا جرح مقطوع بن ابن عدی وعمرو بن علی وبين ومن عاصر ابا حنيفة لان الجرح لا يقبل الا ممن عاصر الرجل ولا يقبل الا مفسرا وبطريق صحيح فاذا كان غير ذلك فلا نقبله ولا نأخذ

ترجمہ: ابن عدی امام ابوحنیفہ پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ [illegible] ہے یہ صاحب مرائے غیر حافظ اور مضطرب حدیث والے ہیں [illegible] عدی اور عمرو بن علی وامام صاحب کے معاصرین سے درمیان [illegible] بغیر تفسیر اور طریقہ صحیح کی قابل قبول نہیں لہٰذا جب ایسے جرح [illegible] اور نہ اس کو جرح مانتے ہیں۔ (ترجمہ رمرتب)

(۳) قيل لابن المبارک فلان يتكلم في ابي حنيفة فقال ما الرقاب يحسدوک اذا راو فضلک الله بما فضلت به [illegible] الامام ص ۲۵۲) ابن مبارک کو بھی یہ فرمان آدمی [illegible] نے ابن الرقیات کا یہ شعر [illegible] کی طرف سے آپ [illegible]

(۴) امام ابوحنیفہ [illegible] جرح قبول نہیں بلکہ اس [illegible] جائے تو کوئی بھی اس [illegible] امدین عبدالوہاب کے حوالے [illegible] للرأی والمذهب [illegible] الصواب عندنا ان من ثبت امامته وعدالته و [illegible] وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب [illegible] تلتفت الى الجرح فيه وعلى [illegible]

تقدیم الجرح علی الاطلاق لما سلم لما احد من الائمة اقدما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهتک فیه هالکون (قاعدہ جرح والتعدیل ابن سبکی ص ۹/۱۰)

(۵) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ شان و علم حدیث میں عالی مقام اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض بڑے بڑے علم و فضل کے امام عظیم کو اپنے سے علم حدیث کے طلب و تلاش میں اول امام مانتے ہیں چنانچہ علم رجال کے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ اول من اقعدنی للحدیث ابو حنیفة اسی طرح جرح و تعدیل میں امام علم رجال کے ذات گرامی ہیں۔ ان اول من تکلم فی الجرح والتعدیل ابو حنیفة فجرح الجعفی واثنی علی عمرو بن دینار وحدیث ابن المبارک (مکانة الامام ص ۲۷۳)

فائدہ: اس مقام پر یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ تعدیل کے مراتب میں امام ابوحنیفہ کی تعدیل کس مرتبہ میں ہوگی مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۵۵ میں ہے اصح الفاظ التعدیل فعلی مرتبتین الاولی قال ابن حاتم اذا قیل لواحد انه ثقة او متقن فهو ممن یحتج بحدیثه (جرح و تعدیل میں مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے لئے ثقہ یا متقن استعمال کیا جائے تو اس کی حدیث حجت ہے اور تدریب الراوی ص ۱۲۲ میں ہے ... ذهبی رادھ الذهبی والعراقی فانها اعلی من هذه وهو ما کرر احد هذه الالفاظ او ما یعنیه کثقة ثقة او لا کثقة ثبت وثقة حجة و ثقة حافظ ... ابوبکر ارفع العبد فی احوال الرواة ان یقال حجة ... راویوں میں سب سے اعلیٰ وہ ہیں جس کیلئے لفظ حجت یا ثقہ ... فارفع التعدیل ما کررہ ثقة ... جیسے ثقہ ثبت اور تدریب الراوی صفحہ ۱۱۲ میں ہے ... هذه الصیغ الاسلاف علی مرتبة لتکرار وهی الوصف بافعل کما ... بھی علی مرتبہ بیان فرمایا ہے جیسے ... جیسے ثقہ اور

ثقہ ثقہ وعدل ثقہ بتکرار اور، حفظ صیغہ افعل منقول ہیں اس وجہ سے تمام قول سے اسی وجہ سے ثقہ اور عادل ثابت ہوتے ہیں اور آپ کی روایت یقیناً جمہ قول کے لحاظ سے قابل حجت کہی جائے گی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور یہ بھی یاد رکھنے چاہئے کہ امام المحدثین یحیٰی بن معین سے تعدیل کے کلمات مختلف مروی ہیں ازاں جملہ لیس بہ بأس بھی ہے اور یہ خاص اصطلاح ہے ابن معین کی لفظ لیس بأس سے وہ ثقہ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ خود ابن معین نے اس کی تصریح کی ہے مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۵۶ میں ہے۔ عن ابی حنیفة قال قلت لیحیی بن معین انک تقول فلان لیس به بأس و فلان ضعیف اذا قلت لک لیس به بأس فهو ثقه و اذا قلت لک هو ضعیف لیس هو ثبت لا تکتب حدیثه و هکذا فی تدریب الراوی صـ ۱۲۶ و فتح المغیث صـ ۱۵۹) ترجمہ ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین سے کہا کہ آپ بعض کیلئے کہتے ہیں (لیس بہ بأس) اور بعض کیلئے ضعیف کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس کیلئے میں لیس بہ بأس کہوں سمجھو کہ وہ ثقہ ہے اور جس کیلئے ضعیف کہوں وہ قابل حجت نہیں اس کی حدیث نہ لکھو یہی تدریب الراوی اور فتح المغیث میں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا حدیث ضعیف میں موقف

حدیث ضعیف کی تعریف وہ ہے جس میں صفت حسن اور صحیح کی شرائط پائی جاتی ہیں، عدالت، ضبط، متابعت وغیرہ ہیں۔ قبول حدیث میں امام ابوحنیفہؒ شدت سے احتیاط فرماتے تھے خاصکر حدیث ضعیف کے قبول میں امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں وہ امور (فتن) پیدا ہوئے جو عہد ابن مسعودؓ کے دور میں نہ تھے کذابین اور وضاعین کا بکثرت پھیل جانے کے سبب صحیح میں پائی جانے کی زہر اور موضوعی احادیث پر اعتماد کیا جانے لگا جب متقدمین کتب فقہ تحریر کرتے ہیں تو ہمیں وہاں تعلیل احادیث کا التزام نہیں ملتا جس میں حدیث کا تذکرہ ہو نہیں ملتا۔ لیکن جب ہم متاخرین فقہاء کی کتب دیکھتے ہیں تو وہاں سے احادیث کی تعلیل کا التزام کر رکھا ہے جیسے کتاب الاختیار لتعلیل المختار) اسی طرح الہدایة فی الفقه الحنفی)

[illegible] کا سبب
[illegible] ان لوگوں کا قول ہے [illegible] جس کے اصل حدیث ہی سے ثابت ہو، اجتہاد بیٹھ چکا
[illegible] ۵۰ھ [illegible] کے دور سے بعد میں پڑ [illegible] رہائی [illegible] شیخ ابوزہرہ رقمطراز ہیں

[illegible] الک [illegible] المدارس وبدلت المعارف وانتشر احادیث کل
[illegible] لاراء واحد کل ماعند الاخرین فالتقی فقه
[illegible] الاتجاهات المختلفة، ولکن ثم ذالک بعد
[illegible] ۳۳۱ بحوالة مکانة صـ ۵۵۲)

[illegible] جو [illegible] تھے اور اسکو رائے پر مقدم سمجھتے تھے امام ذہبی جو حنبلی
[illegible] کان یقدم الحدیث الضعیف علی الرأی
(تاریخ الاسلام للذهبی ۱۳۸/۲)

امام ابوحنیفہ حدیث ضعیف کو رائے پر مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ اس بات کی گواہی امام ابوحنیفہ
[illegible] جعفر باقر [illegible] ایک مباحثہ سے بھی ملتی ہے۔ (جب یہ مرتب امام جعفر
[illegible] ان کو [illegible] جب [illegible] ان طرح [illegible] ایک [illegible] صاحب
[illegible] تھے [illegible] البول اشد نجاسة ام المنی
[illegible] لوحولت دین حدک بالرای لکان البول اولی بالاعتسال
[illegible] الصلاة او غسل واهم ام الصیام؟ قال بل الصلاة قال لوحولت دین
[illegible] الحائض تقضی الصلوة دون الصوم وهکذا فی احر النقاء (مکانة
[illegible] ولا سجدتی السهو ص ۱۹۲) ترجمہ امام صاحب سے پوچھا پیشاب
[illegible] پھر امام صاحب نے فرمایا اگر میں تیرے
[illegible] پیشاب سے غسل کرنا بہتر ہوتا۔ پھر پوچھا

نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام جعفر نے فرمایا نماز۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں تیرے نانا کے دین کو بدل ڈالتا تو رائے اور قیاس کے تقاضے کے مطابق یہ تھا کہ حائضہ عورت روزہ کے بجائے نماز کی قضا کرے اور اس آخر ملاقات تک یہ سوال و جواب ہوتا رہا۔

کان ابو حنیفة ثقة صدوقا فی الفقه و الحدیث قامونا علی دین الله (مکانۃ ۱۹۲ تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۰) یحیی بن معین فرماتے ہیں هو ثقة ما سمعت احدا ضعفه (مکانۃ ص ۱۹۳) ترجمہ: خطیب بغدادی یحیی بن معین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ و حدیث میں بہت سچے تھے۔ اللہ کے دین پر بہت زیادہ قائم رہنے والے تھے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں میں نے کسی کو اس کی تضعیف کرتے نہیں سنا۔ (ترجمہ از مرتب)

کان ابو حنیفة أفقه أهل الأرض کان نعم الرجل النعمان ما کان أحفظ لکل حدیث فیه فقه و أشد فحصه عنه و أعلم بما فیه من الفقه (مکانۃ ص ۱۹۵) ترجمہ امام ابوحنیفہ کتنے ہی اچھے آدمی تھے اس کے ان حدیثوں کو یاد کر لینے کو کیا کہے جس میں فقاہت ہو اور اس کے بارے میں اس کی تلاش و جستجو بہت زیادہ تھی۔ اور وہ ان احادیث کیلئے جس میں فقاہت ہوتی ہے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام حدیث اسرائیل بن یونس کی رائے گرامی:

فهو رجل فقیه لا یبحث إلا عن الحدیث الفقهی لأنه رجل متخصص فقد کان یأخذ الحدیث ویضبط بقیده ویسأل عن طرقه کما توحی بذلک کلمة وأشد فحصه فاذا وجده صحیحا وهؤلاء یجهل الرجال ولا یخفی علیه حالهم ترجمہ وہ فقہی آدمی ہیں فقہی حدیث سے ہی بحث کرتے ہیں اسلئے کہ وہ متخصص آدمی ہیں جب حدیث سنتے تھے تو اسے ضبط کر لیتے تھے پھر اس کے طرق (سند) کے متعلق پوچھتے اور تحقیق کرتے۔ اور انکو راویوں کے حالات بھی معلوم تھے ان کے حالات ان پر مخفی نہ تھے۔

(ترجمہ از مرتب)

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں یسعی للناس أن یدعوا فی

صلاتهم لأبي حنيفة لحفظه الفقه والسنن عليهم (مکانۃ ص ۱۹۶) ترجمہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کیلئے دعا کریں کیونکہ اس نے ان کیلئے فقہ و حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ امام اعظم کی موجودگی میں ایک مرتبہ امام اعمش سے کسی نے ایک مسئلے کے متعلق پوچھا تو امام اعمش جواب نہ دے سکے امام صاحب نے اس مسئلہ کا جواب دیا امام اعمش نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ کو یہ مسئلہ کہاں سے معلوم ہوا؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں دن میں نے فلاں سے جو حدیث سنی تھی اس سے مستنبط کیا بہت سی احادیث ذکر کردی امام اعمش نے امام صاحب کو کہا یا ابا حنيفة ما حدثناك به شهور احدثناه في ساعته (مکانۃ ص ۱۹۷) ترجمہ اے ابوحنیفہ جو احادیث ہم نے آپ کو مہینوں میں سنائیں وہ آپ نے ہمیں ایک ساعت میں سنائی۔

(ترجمہ از مرتب)

اور امام شعبی نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا یا معشر الفقهاء انتم الأطباء ونحن الصيادلة (مکانۃ ص ۱۹۷) اور یہی جملہ سفیان بن عیینہ نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا تھا یعنی اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم تو صرف شکاری ہیں۔ اور جب ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور ان کے ذہن میں اس کا جواب نہ ہوتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہ سے پوچھو اس نے کہ "بورک في علمه" اس کے علم میں برکت عطا کی گئی ہے۔ ان بزرگ حضرات کا امام اعظمؒ کی شخصیت کا اعتراف کرنا امام اعظمؒ کے اس علمی مقام کی کافی وافی دلیل ہے۔

امام ابو یوسف امام صاحب کے منصب محدثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ما رأيت أعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفه وكان أبصر بالحديث مني الخیرات الحسان میں ہے کہ امام ابی یوسف فرمایا کرتے تھے ما رايت احدا اعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفة وكنا نختلف في المسئلة فاتي ابا حنيفة فكان يخرجها من كمه فيدفعه الينا۔ اور ایک دوسرے موقع پر علم کے سوال کے جواب میں فرمایا قلت لابي يوسف اجتمع الناس على انه لا يتقدمك احد في المعرفة والفقه فقال ما معرفتي عند

معرفة ابی حنیفه الا کبهر صغیر عند بهر الفرات عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسفؒ سے کہا کہ علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں تو فرمایا میرا علم امام اعظمؒ کے علم کے مقابلے میں بہت کم ہی ہے آپ سمجھے جیسے دریائے فرات کے پاس ایک چھوٹی سی نہر (موفق جلد۲ صفحہ۴۳)۔ (ترجمہ از مرتب)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کے متعلق حسب ذیل اشعار میں آپ کے مقام حدیث کو بیان فرمایا ہے۔

روی آثاره و أحاب فیها　　کطیران العصفور من المنیفة

ولم یک بالعراق نظیره　　ولا بالمشرقین ولا بکوفه

کہ آپ نے آثار کو روایت کرنے میں ایسی بلند پروازیں دکھائی ہیں جیسا کہ پرندے بلند مقام پر پرواز کرتے ہیں ممالک مشرقیہ، کوفہ اور عراق میں تو آپ کی نظیر نہیں (مقام حنفیت ص ۱۷)

امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں بیان فرمایا ہے کہ ابن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے امام ابوحنیفہ کی تعدیل میں فرماتے ہیں وذکر الامام السفی باسناده عن احمد بن محمد البغدادی قال سالت یحیی بن معین عنه فقال عدل ثقة ماظنک من عدله ابن المبارک و وکیع (مناقب الامام اعظم کردری جلد۱ ص۹۱)

و عن یحیی بن معین قال کان وکیع حیدالرأی فیه (ای فی ابی حنیفة) و یصافیه عن ابن المبارک قال علب علی الناس بالحفظ والفقه والعلم والصیانة والدیانة و شدة الورع (مناقب الامام اعظم کردری حوالہ بالا)

امام یحییٰ بن معینؒ کا ارشاد:

یحییٰ بن معینؒ سے امام صاحب کی ثقاهت فی الحدیث کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نعم ثقة ثقة وکان یحیی والله ارفع من ان یکذب وهو اجل قدرا من ذلک چنانچہ موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کان ابو حنیفة ثقة صدوقا فی الفقه والحدیث مامونا علی دین الله (مکانة ص ۱۹۲)

وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة و اصحابه فقیل له اکان یکذب قال ابعد من ذالک یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ ہمارے آدمی امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں زیادتی سے کام لیتے ہیں ان میں سے کسی نے کہا کہ کیا وہ جھوٹ بولتے تھے فرمایا وہ اس سے بالاتر تھے۔ (ترجمہ از مرتب)

اور عمدۃ القاری ص ۲۲ جلد ۳ اور نہایہ شرح ہدایہ میں ہے سئل ابن معین عنه فقال ثقة ما سمعت احدا ضعفه

الدکتور محمد قاسم عبدہ الحارثی نے بڑی اچھی بات لکھی ہے فرماتے ہیں لأنه ماالمقصود من حفظ السنن هل المقصود ان نحفظها ونضبطها ثم نتركها فی بطون الكتب ؟ ان المطلوب تدبرها و لغوص فی معانیها كلا بل المقصود التدبر والتفقه وهو المقصود من تبليغ السنة وحديث رسول الله ﷺ بدليل قوله ﷺ نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها فاداها كما سمعها وفی رواية فرب حامل فقه الی من هو افقه منه وهكذا كان ابو حنيفةؒ يبحث عن الفقه فی الحديث الذی هو المصدر الثانی للفقه وهل يصدر الفقه الا عن هذين الاصلين (مكانة صـ ۱۹۶، ۱۹۷) ترجمہ احادیث کو یاد کرنے کا کیا مقصد ہے کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کو یاد کرلیں اور پھر ان کو کتابوں کے سفینوں میں چھوڑ دیں احادیث کا مقصد یہ ہے کہ ان میں تدبر کرنا اور ان کے معانی میں غور وخوض کرنا بلکہ مقصود حدیث میں تدبر کرنا اور اس میں تفقہ حاصل کرنا ہے، اور حدیث وسنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا مقصد وحید بھی یہی ہے اور اسی دلیل کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ سرسبز وشاداب ہو وہ شخص جس نے میری بات سنی پھر محفوظ کی، اور من وعن پھر دوسروں تک پہنچائے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بعض دفعہ سامع پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور آگے راوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ کے بارے میں حدیث سے بحث کرتے تھے جو کہ فقہ کا دوسرا ماخذ ہے اور فقہ بغیر قرآن وسنت کے کسی اور جگہ سے مستنبط نہیں ہوتا۔

(ترجمہ از مرتب)

کیا امام ابوحنیفہؒ فقہی قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے تھے؟

امام صاحب کی نسبت قیاس کو حدیث پر مقدم رکھنے کا تمام شور وغل بے اصل ہے، امام صاحب کے مخالف اور ظاہر بین کہتے ہیں کہ آپ اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے جو قیاس کے مخالف ہو۔ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں۔ یہ محض بدگمانی اور امام صاحب پر اتہام ہے یا ان کے اقوال کی غلط تعبیر ہے۔ جس سے ان کا دامن پاک ہے اس بدگمانی کا جواب خود امام صاحب کی زبان سے سنیئے۔

۱) خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ **اخذ بکتاب اللہ فمالم اجد فسنة رسول اللہ فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنة رسول اللہ ﷺ اخذت بقول اصحابه ثم بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الی قول غیرهم فاما اذا انتهی الأمر اوجاء الی ابراهیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالاً ففوم اجتهدوا فاجتهد کما اجتهدوا** (تاریخ بغداد ج ۱۳/۳۶۸ وحیات ابن القیم ۱۰۶) ترجمہ کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے دلیل لیتا ہوں پھر جب اس میں نہیں پاتا تو سنت رسول سے دلیل پکڑتا ہوں۔ پھر جب کتاب اللہ میں کوئی چیز نہیں پاتا اور نہ ہی سنت رسول میں پاتا ہوں تو صحابہ کے قول پر عمل کرتا ہوں پھر صحابہ میں جب اختلاف ہو تو جس کا قول چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑتا ہوں۔ تاہم صحابہ سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا پھر جب یہاں پر بات رک جائے ابراہیم شعبی، ابن سیرین حسن بصری، عطاء، سعید بن المسیب اور دوسرے لوگوں تک معاملہ پہنچ جاتا ہے تو اس جماعت قوم نے اجتہاد کیا پس جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ (ترجمہ از مرتب)

۲) امام شعرانیؒ میزان کبری میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی فتوحات مکیہ سے نقل کرتے ہیں **قوله وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیة بسنده الی الامام ابی حنیفة انه کان یقول ایاکم والقول فی دین اللہ تعالی بالرأی وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل** (میزان کبری ج ۱/ ص ۵۰) فتوحات مکیہ میں شیخ محی

لدینؒ نے مسلسل امام ابوحنیفہ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی لازم کرلو۔ اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوگیا۔ وہ گمراہ ہوا۔

۳) امام اعظمؒ نے فرمایا، میرے قول کو حدیث شریف اور قول صحابہ کے سامنے رد کردو، جو حدیث سے ثابت ہے وہی میرا مسلک ہے (مظہری ج ۲ ص ۶۴)

۴) علامہ عینی عمدۃ القاری میں ارقم فرماتے ہیں (ان ابا حنیفة قال لا اتبع الرأی والقیاس الا اذالم اظفر بشئ من الکتاب او السنة او الصحابة رضی اللّٰه عنهم (عمدة القاری ج ۴ ر ۲ ۱ ۷) ترجمہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں رائے و قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جبکہ مجھے قرآن یا حدیث یا اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ نہ ملے۔

۵) وقال ابن حزم جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علی ان ضعیف الحدیث اولی عنده من القیاس و ذاک مذهبه (الخیرات الحسان ص ۲۷) ترجمہ علامہ ابن حزم کا ارشاد ہے کہ امام اعظمؒ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث امام صاحب کے ہاں قیاس سے بہتر ہے۔ اور یہی اس کا مذہب ہے۔

۶) علامہ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں و قال ابو حنیفة عجباً للناس یقولون افتی بالرای ما افتی الا بالاخر (الخیرات الحسان ص ۲۷) ترجمہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ حالانکہ میں تو آخری زمانے کی حدیث ہی سے فتویٰ دیتا ہوں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۵۰ر۱۵۱)

۷) عبداللہ بن مبارک امام زفر سے نقل کرتے ہیں۔ سمعت زفر یقول نحن لا ناخذ بالرأی مادام اثر واذاجاء الأثر ترکنا الرأی (مناقب ابی حنیفة لملاعلی القاری بذیل الجواهر ص ۵۳۴ ج ۳) ترجمہ میں نے امام زفرؒ سے سنا کہ جب تک کوئی حدیث موجود ہوتی ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور جب کوئی اثر مل جاتا تو ہم اپنے رائے ترک کردیتے ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

۸) امام طحاوی حنفی المتوفی ۳۲۱ھ سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کسی مسئلہ میں ایک شخص سے بحث کر رہے تھے اثناء گفتگو میں خاموش ہوا فسکت ابو حنیفة فقال بعض اصحابه الاتجیبه یا اباحنیفة فقال بما اجیبه وهو یحدثنی بهذا عن رسول الله ﷺ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ۲۸۱) امام ابوحنیفہؒ خاموش ہو گئے ان کے بعض اصحاب نے کہا اے ابوحنیفہؒ آپ اس کو کیوں جواب نہیں دیتے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہے۔ میں اس کو کیا جواب دوں۔

(ترجمہ از مرتب)

فائدہ:۔ اس واقعہ کو مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی نقل کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں کہ امام طحاوی کے اس حوالے سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت ابوحنیفہؒ حدیث رسول اللہ ﷺ کی کتنی تعظیم کرتے تھے، اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے ہیں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہؒ، بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۷۰)

حاسدین امام اعظمؒ کا ایک سنگین جرم:

حاسدین اور مخالفین ابتداء سے امام اعظم کی محدثانہ حیثیت کو مجروح کرنے کیلئے اس قسم کے بے سروپا اعتراضات کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ متکلم فیہ راویوں کے بارے میں لکھی گئی علامہ ذہبی کی مشہور کتاب میزان الاعتدال میں مخالفین نے امام اعظم کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے اور مطبوعہ نسخوں میں یہ ترجمہ موجود ہے۔ (میزان الاعتدال ۲۵/۴) حالانکہ علامہ ذہبی نے ثقہ راویوں پر مشتمل اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظم کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ بڑے جاندار الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱۵۸، ۱۵۹) اور امام اعظم کے حالات پر مستقل ایک رسالہ بھی لکھا ہے پھر وہ ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کی اس کتاب میں امام صاحب کا ترجمہ کیونکر لکھتے۔ بلکہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں صراحتہ یہ بات لکھی ہے کہ میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں وکذالا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی

الفروع احدا لحلالتهم فی الاسلام و عظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری (مقدمہ میزان، عقود ۲/۱) ہی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ میں سے کسی کا بھی ذکر نہ کروں گا جو فروع و مسائل میں مقتدی و پیشوا ہیں کہ اسلام میں ان کی جلالت شان اور دلوں میں ان کی عظمت ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری رحمہم اللہ۔"

یہ سب مخالفین کی کارستانیاں ہیں لیکن حق و حقیقت بدوئی اعتراضات کے غبار میں کبھی نہیں چھپ سکتی، وہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے و راسی کو دوام و ثبات حاصل ہوتا ہے واما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (طبقات ابن سعد ۳۶۸/۶)

امام صاحب پر اہل الرأے کا الزام اور اس کا جواب:

کتب تاریخ اسلام، طبقات رجال اور مناقب وغیرہ میں امام اعظمؒ کا لقب امام اہل الرأے مذکور ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل الرائی ہونا شرعی اور لغوی لحاظ سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ محمود اور باعث فضیلت ہے یا مذموم؟

رائے کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ ابوالفتح ناصر الدین المطرزی حنفیؒ لکھتے ہیں۔ الرای ما اختاره الانسان واعتقده وفیه ربیعة الرأی بالاضافة فقیه اهل المدینه (المغرب ص ۱۹۷ ج ۱ مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے اس نظریہ اور عقیدہ کو کہا جاتا ہے جس کو انسان اختیار کرتا ہے و راسی اضافت کے ساتھ ربیعۃ الرای ہیں جو اہل مدینہ کے فقیہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور اعتقاد ہوتا ہے جسے اس شخص کی رائے کہا جاتا ہے۔

علامہ ابوالفضل القرشی تحریر فرماتے ہیں "رائے دیدن بدل، و بینائی دل" (صراح ص ۵۵۱ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے دل کی بصیرت اور بینائی کو کہتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ دل کی روشنی اور بصیرت خداوند کریم کا خاص تحفہ اور عطیہ ہے یہ کوئی مذموم شی نہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی مقدمہ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں والرای هو سطر القلب یقال رای رایا کہ رائے کے معنی دل کی نظر و بصیرت کے ہیں۔ علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ فرماتے ہیں

والمحدثون یسمون اصحاب القیاس اصحاب الرای یعنون انهم یاخذوا برأیهم فیمایشکل من الحدیث ومالم یات فیه حدیث ولااثر (تحفۃ الاحوذی ص۲۰۶ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص۱۶۰) کہ محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب رای کہتے ہیں، اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جسمیں کوئی حدیث واثر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الرائے وہ حضرات ہیں جو مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو اپنی تدبیر اور دل کی بصیرت (جو منجانب اللہ موہوب ہوتی ہے) سے حل کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور محدثین کرام اس معنی کے لحاظ سے ان کو اصحاب الرای کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرہ ص ۱۴۸ میں امام ربیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں وکان اماما حافظا فقیها مجتهدا بصیرا بالرای ولذلک یقال لهٗ ربیعة الـــرای تفصیل بالا سے معلوم ہو کہ اہل رائے شرعاً اور لغۃً مذموم نہیں بلکہ قابل مدح چیز ہے۔ بعض حضرات کو موجود والمیزان للذهبی کی درج ذیل عبارت سے دھوکہ ہوتا ہے ابو حنیفة امام اهل الرای ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی وآخرون وترجم له الخطیب فی فصلین من تاریخه واستوفی کلام الفریقین معدلیه و مضعفیه ابو حنیفہ اہل رائے کے امام ہیں نسائیؒ ابن عدیؒ وغیرہ نے حافظہ کی وجہ سے انکو ضعیف قرار دیا ہے اور خطیبؒ نے ان کے حالات پر اپنی تاریخ میں دو فصلیں قائم کی ہیں اور ان کی توثیق وتضعیف کرنے والے دونوں فریقین پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔

محققین نے اس عبارت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ علامہ ذہبیؒ کے نہیں، بلکہ کسی نے اس کے حاشیہ پر لکھ دی تھی بعد میں ہوتے ہوئے یہ عبارت میزان کے متن میں شامل ہوگئی جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے ان هذه العبارة لیس لها اثر فی بعض النسخ المعتبرة مارایتها بعینی بعض معتبر نسخے جو میں نے خود دیکھے ہیں ان میں اس عبارت کا وجود نہیں (بحوالہ امام ابوحنیفہ ص ۱۴۵)

اور یہ عبارت علامہ ذہبیؒ کی ہو بھی کیسے سکتی ہے، جبکہ انہوں نے خود میزان اعتدال کے

مقدمہ میں اس بات کی صراحت کردی ہے کہ وہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کریں گے عبارت ملاحظہ ہو **ولا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی** (مقدمه میزان الاعتدال) میں اپنی اس کتاب میں کسی بھی ایسے امام کا ذکر نہیں کروں گا جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے۔ اسلام میں ان کی بزرگی اور لوگوں کی دلوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ۔

اگر بالفرض امام ذہبیؒ اس کو میزان میں ذکر کرتے تو حافظ ابن حجرؒ اس کو لسان المیزان میں ضرور ذکر کرتے کیونکہ لسان المیزان، میزان الاعتدال پر ہی لکھی گئی ہے، لیکن حافظؒ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ بالفرض امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہوتے تو پھر تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر نہ کرتے جبکہ تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی نے صرف حفاظ محدثین کا ذکر کیا ہے عام محدثین کا ذکر بھی نہیں کیا معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے ہاں نہ صرف ثقہ بلکہ حافظ الحدیث بھی ہیں فالحمد للہ۔ اور حافظ الحدیث ہوتا وہی ہے جس کو ایک لاکھ احادیث مع متون، اسناد، راویوں کے حالات و مقامات ان سب چیزوں کے ساتھ یاد ہو۔ بخلاف اس کے دل کا اندھا پن انتہائی طور پر مذموم ہے اگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد بلاوجہ تو نہیں کہ **فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور**

علامہ شرف الدین الطیبی الشافعیؒ (متوفی ۷۴۳ھ) نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اہل الرائے کی کچھ تنقیص معلوم ہوتی ہے حضرت علامہ ملا علی قاری ان کے ساتھ مناقشہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں **یشم من کلام الطیبی رائحة الکنائیة الاعتراضیة علی العلماء الحنفة ظامه انهم یقدمون الرای علی الحدیث ولذا یسمون اصحاب الرای ولم یدر انهم انما سموا بذالک لدقة رایهم وحذاقة عقلهم** (مرقات ج ۲ صـ۲۸) ترجمہ یعنی علامہ طیبی کے کلام سے علماء احناف پر کنائی اعتراض

کی جو آتی ہے۔ علامہ طیبی پر گمان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ رائے کو حدیث پر مقدم کرتی ہے۔ اور اسلئے وہ حنفیہ کو اصحاب لرائے کا نام دیتے ہیں حالانکہ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ احناف کا یہ نام اپنی وقت رائے اور مہارت عقل کی بنیاد پر پڑ گیا۔ (ترجمہ از مرتب)

کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟

رائے کے لغوی اور اصطلاحی معنے کے بعد اس امر پر بھی غور کرنا ہے کہ کیا رائے اور فہم کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟ اگر سمجھی جا سکتی ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر رائے کو لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر رائے اور فہم کے بغیر حدیث نہیں سمجھی جا سکتی تو پھر وہ مذموم کیسے ہوگئی؟ کیا کوئی مذموم چیز بھی کسی مقبول و محمود چیز کا ذریعہ اور موقوف علیہ بن سکتی ہے دیکھئے اس بات کی وضاحت کیلئے مولی طاش کبریٰ زادہ کی تحریر جو مفتاح السعادۃ صفحہ ۲۱ کتاب ادب القاضی میں تصریح فرماتے ہیں کہ **لا یستقیم الحدیث الا بالرای ای باستعمال الرای فیه بان یدرک معانیه الشرعیة التی هی مناط الاحکام ولایستقیم الرای الا بالحدیث ای لا یستقیم العمل بالرای والأخذ به الا بانضمام الحدیث الیه** (مقدمة فتح الملهم صـ ۷۲) حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہو سکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کیلئے منا ط ہیں، رائے ہی سے ادراک کئے جا سکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہو سکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے (مقام ابی حنیفہ ص ۲۷)

حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت:

حقیقت یہ ہے کہ دلائل شرعیہ کے پیش نظر کتاب و سنت کے اصولی قوانین اور ضوابط کو لازمی اور قابل عمل قرار دے کر ہر ایسی پیش آمدہ ضرورت کے متعلق جس کی تفصیل و تشریح یا بصراحت تذکرہ قرآن و سنت میں موجود نہ ہو، قرآن و سنت کے جاننے والوں اور صحیح معنی میں مجتہدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و رائے سے کام لے کر قرآن و سنت کی روشنی میں وقتی ضروری اور ہنگامی مسائل کو حل کریں اسی کو تفقہ و اجتہاد اور قیاس اور رائے کہتے ہیں اس بات کی ثبوت کیلئے سند حدیث معاذ کافی ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام ابو عمر بن عبدالبر مالکی رقمطراز فرماتے ہیں

کہ وحدیث معاذ صحیح مشهور رواه الائمة العدل وهو اصل فی الاجتهاد و القیاس علی الاصول کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد و قیاس علی الاصول کے لئے ایک اصل اور مدار ہے۔

حضرت علی سے ایک روایت میں آتی ہے۔سئل رسول الله ﷺ عن العزم فقال مشاورة اهل الرای ثم اتباعهم (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵) آنحضرت ﷺ سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ وہ کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل رائے سے مشورہ کرنے پھر ان کی پیروی کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ کا یہ معمول تھا کہ ان ابابکر اذا نزلت به قضیة لم یجدلها فی کتاب الله اصلا ولا فی السنة اثرا فقال اجتهد برائی فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطأ فمنی واستغفر الله (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶) جب انکے پاس کوئی مقدمہ پیش آتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اگر ان کو وضاحت نہ ملتی تو فرماتے کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی ورنہ میری خطا ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔(بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۷۷) بسطرح حضرت عمرؓ جب لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے یہ عمر کی رائے ہے۔اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہوگا اور اگر خطا ہوئی تو عمرؓ کی هذا رای عمرؓ فان کان صوابا فمن الله وان کان خطأ فمن عمرؓ (میزان شعرانی ج ۱ ص ۴۹)

اور حضرت عمرؓ نے اپنی دور خلافت میں مشہور تابعی قاضی شریح (المتوفی ۸۵ھ) کو ایک خط روانہ فرمایا تھا جس میں اس کی تصریح فرمائی تھی کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ اور مسئلہ پیش آئے جس پر کتاب وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو اور اس کے بارے میں پہلے سے کسی نے گفتگو بھی نہ کی ہو۔تو فاختر الامرین شئت ان شئت ان تجتهد برایک ثم تقدم فتقدم اه (دارمی ج ۱ ص ۶۵) ترجمہ:ان دو امور میں سے جونسا تم چاہو پسند کرلو یا تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اس میں جتنا آگے بڑھ سکتے ہو بڑھو۔؟

مشہور محقق عالم اور صاحب قلم بزرگ ابو محمد زہرہ مصری ارقام فرماتے ہیں ان الحکم بالرای من اصحاب رسول اللہ مشہور و احتمال الخطاء فی اجتہادھم ثابت اذ لیسوا بمعصومین عن الخطاء (ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراءہ ص ۳۰۷) رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطا کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطا سے معصوم تو نہ تھے الغرض غیر منصوص مسائل میں حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاں رائے اور اجتہاد سے کام لیا ہے اگر ان کو جمع کیا جائے تو اچھا خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے اور درج بالا آثار و احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو کر کھل کر سامنے آیا کہ قرآن اور حدیث اور اجماعی مسائل کے بعد رائے اور قیاس سے کام لینا خود مرفوع اور صحیح حدیث و صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے اور جمہور امت بھی اس کی قائل ہے پھر رائے اور قیاس کی مذمت اور اہل الرائے اور صاحب قیاس کی توہین و تذلیل کیونکر قابل سماعت ہو سکتی ہے (مقام ابی حنیفہ ص ۱۸۱)

خطیب بغدادیؒ اور ابن خلدونؒ کے منقول الزامات کے تحقیقی جوابات:

اصل میں امام ابوحنیفہؒ پر مختلف قسم تہمتوں اور بے بنیاد الزامات کے تاریخی ماخذ خطیب بغدادیؒ کا نقل کردہ بے سند اقوال کا ذبہ ہیں جو انہوں نے تاریخ بغداد میں ارقام فرمایا ہے ذیل میں ان کے یہ اقوال مع تحقیقی جوابات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں تاکہ حقائق کی کسوٹی پر ان کی معیار صداقت واضح کیا جائے۔

خطیب بغدادیؒ امام ابوحنیفہؒ کے تنقیص فی الحدیث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں وکان یتیماً فی الحدیث کان زمناً فی الحدیث لم یکن بصاحب حدیث (ابوحنیفہ علم حدیث میں یتیم تھے، ابوحنیفہ تو حدیث میں بالکل اپاہج تھے، وہ حدیث کے آدمی نہ تھے۔ آگے لکھتے ہیں لا یعلم لیس لہ رای ولاحدیث جمیع ماروی عن ابی حنیفۃ من الحدیث مائۃ و خمسون احطا فی نصفھا (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۴۴۴) ترجمہ ابوحنیفہ کے پاس نہ تو رائے تھی اور نہ حدیث ابوحنیفہ سے مروی کل ڈیڑھ سو حدیثیں ہیں جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ (ترجمہ از مرتب)

مؤرخین نے بھی بعض دانستہ برائے مخالفت اور بعض نادانستہ طور پر ان الزامات کو اپنی تاریخوں میں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھا ہے (ان مروياته بلغت على مايقال سبعة عشر حديثا) ترجمہ۔ ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث کی تعداد جیسا کہ کہا گیا ہے۔ سترہ تک پہنچی ہے۔ مگر حقائق وواقعات کی دنیا میں ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے اسی سلسلہ میں گذشتہ بحثیں کافی ہیں۔ مگر مزید اطمینان خاطر کے لئے چند گزارشات معروف قلم نگار حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے کتاب ''دفاع امام ابوحنیفہ'' سے پیش خدمت ہیں۔

(الف) فقہ حنفی یوحنیفہ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے کبار ائمہ کرام اور فقہاء عظام نے فقہ حنفی کے حل تمام احادیث احکام کو (الدر المنيفة في ادلة ابى حنيفة) کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے تو سوال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث سے نابلد اور تہی دامنی ہونے کے باوجود ان کے استنباط کردہ مسائل واحکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہو گئے۔

(ب) علم اصول حدیث وکتب مصطلح حدیث وکتب اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہؒ کے آراء ونظریات کو مدون کیا جاتا ہے، راویوں کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ یعنی جس حدیث کا راوی کو امام ابوحنیفہ رد کر دیں اسی کو مردود سمجھا جاتا ہے اور جس کی وہ تائید کر دیں اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ کیا ایسے عظیم علمی شخصیت کو علم حدیث سے کورا اور تہی دامن قرار دینا سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں ہے۔ (دفاع امام ابوحنیفہ ص ۱۰۲)

علامہ ابن خلدونؒ کی منقول روایت کی توجیہات:

اس تفصیل سے ابن خلدون کے بیان کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تاہم ابن خلدون کی عبارت بہت مبہم ہے۔ انہوں نے تنا لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کے مرویات کی تعداد سترہ ہے ہو سکتا ہے کہ۔

(ا) ابن خلدون نے امام ابوحنیفہؒ کے مرویات کی تعداد سے ان کے سترہ مسانید مراد لئے ہوں۔

(ب) اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام محمد نے جو پورا موطا امام مالک سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں صرف تیرہ حدیثیں ایسی درج کئے ہیں جو بوحنیفہؒ سے منقول ہیں اور چار حدیثیں ابو یوسفؒ سے روایت کی ہیں ان سترہ کو دیکھ کر بعض اہل علم نے موطا میں درج شدہ احادیث کی تعداد سترہ

بتائی ہیں اور وہی نقل ہوئی چلی آتی ہو۔ مگر یاد رہے کہ سترہ احادیث والے بہتان اور بے بنیاد الزام کو ابن خلدون کے سوا کسی کتاب نے بھی ذکر نہیں کیا۔ (بحوالہ تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

فقہ حنفی پر مخالفت حدیث کے الزام کی حقیقت:

بعض جہلاء نے امام صاحب اور فقہ حنفی کے بارے میں حدیث کی صریح مخالفت کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا۔ جس سے بعض بڑے بڑے علماء بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے فروعی مسائل و اصولی دلائل میں تفقہ کی راہ اختیار فرمائی۔ کیونکہ روایت لفظیہ سے یہ کام زیادہ اہم ہے، اور ان خطوط پر لوگوں کی رہنمائی اشد ضروری تھی۔ تفقہ ہی کو درایت کا نام دیا گیا۔ اپنی انہی خداداد صلاحیتوں کے سبب ہی تو آپؒ اپنے دور کے تمام محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ (از مرتب)

صاحب مرقاۃ المفاتیح ملا علی القاریؒ نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے وقد سالہ الاوزاعی عن مسائل و اراد البحث معہ بوسائل فاجاب علی وجہ الصواب فقال لہ الاوزاعی من این ھذا الجواب ، فقال من الاحادیث التی رویتموھا من الاخبار والاثار التی نقلتموھا وبین لہ وجہ دلالتھا و طریق استنباطھا ، فانصف الاوزاعی ولم یتعسف فقال نحن العطارون وانتم الاطباء (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ / ص ۲۸) کان عندہ ان نقل الحدیث الشریف لایجوز الا باللفظ دون المعنی (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۴۴) امام اوزاعیؒ نے آپ سے چند مسائل کے بارے میں پوچھا اور آپ سے بحث کا ارادہ کیا۔ آپ نے صحیح صحیح جواب دیدئے تو کہنے لگے، یہ جوابات کہاں سے دئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان احادیث و روایات اور آثار سے جنہیں آپ لوگ نقل کرتے امام اوزاعیؒ نے انصاف سے کام لیتے ہوئے اور بغیر کسی جھجک کے کہا ہم لوگ تو جڑی بوٹیاں جمع کرنے والے ہیں اور آپ لوگ ماہر طبیب ہیں امام صاحبؒ نے یہ طریق اس لئے اختیار فرمایا کہ آپ کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی الفاظ کی صراحت ضروری امر تھا۔ اس تقیید کے اختیار فرمانے میں وضاعین کی سازشوں کو ناکام بنانا مقصود تھا

(ترجمہ از مرتب)

وقال فیہ بالرای لکثرۃ الوضاعین من زنادقۃ العراق وحرصہ علی ان لایأخذ بالشک فی دینہ (تاریخ الأدب العربی صـ ۳۸۲) تفقہ کے ذریعہ جزئیات نکالنے کا یہ طریق آپ نے وضاعین حدیث (جن کا تعلق زنادقہ عراق سے تھا) کی کثرت کے پیش نظر اختیار فرمایا۔ تاکہ وضاعین کی روایات کے سبب آپ کے فقہ مذہب میں کسی قسم کا شبہ نہ کیا جاسکے۔

امام صاحب کے پیش نظر یہ فرمان رسول بھی تھا کہ عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین او کما قال اخذ بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ ﷺ فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ ﷺ احدت بقول الصحابۃ آخذ بقول من شئت منھم وادع من شئت منھم ولا احرج من قولھم الی قول غیرھم فاما اذا انتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن و عطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالا فقوم اجتھدوا وانا اجتھد کما اجتھدوا (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۸) ترجمہ عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ سے جو حاصل کرو گے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایات نقل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ جس نے مجھ پر میری طرف منسوب کر کے) جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ کو بنالیوے جس نے کسی بات کو جھوٹ سمجھنے کے باوجود میری طرف منسوب کیا ایسا شخص جھوٹوں میں سے ہے۔ امام صاحبؒ قرآن مجید کے بعد نہ صرف سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ کو حجت سمجھتے تھے بلکہ اختلاف صحابہؓ کی صورت میں بھی اقوال صحابہ سے خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے اپنے اصول استنباط پر خود امام صاحبؒ کی تصریح موجود ہے فرمایا میں کتاب اللہ سے حکم معلوم کرتا ہوں پھر اگر وہاں سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ کو تھام لیتا ہوں اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔ جس کے قول کو چاہوں، اختیار کر لیتا ہوں جسکے قول کو چاہوں اختیار نہیں کرتا بہرحال ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلتا جب معاملہ یہاں سے ابراہیم، شعبی،

ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن المسیب وغیرہ تک آ جائے تو ان لوگوں نے بھی اجتہاد کیا ہے انہی کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

(ترجمہ از مرتب)

وضاحت: یعنی رائے اور قیاس کا دخل وہاں سے شروع ہوگا جہاں قرآن وسنت اور سنت صحاب النبی ﷺ کی تصریح موجود نہ ہو یہ رائے قرآن وسنت کے تابع ہے۔ مخالف وہ رائے ہے جو قرآن وسنت کی پروا کئے بغیر اختیار کی جائے۔

موجودہ دور کے زعفین نے فقہ حنفی کی تائید میں تخریج احادیث کی کتب' احناف کی طرف سے واضح اور مدلل جواب ہیں۔

امام طحاویؒ کی ''شرح معانی آلآثار'' امام طحاوی کی مسند امام زیلعی کی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ مولانا ظفر احمد عثمانی کی ''اعلاء السنن'' ان کے علاوہ مشہور کتب حدیث کی شروح میں ''شرح البخاری'' مرقاۃ مفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح'' ''فتح الملہم شرح المسلم'' ''فیض الباری شرح البخاری'' معارف السنن شرح جامع الترمذی'' وغیرہ کتب کا وجود فقہ حنفی کیلئے مؤید ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

امام ابوحنیفہؒ پر عقیدہ ارجاء کے الزام اور اس کے تحقیقی جواب:

نوٹ عنوان ہذا کے ذیلی مضمون ادارے کی طرف سے اضافہ فی الافادہ ہے جو بسلسلہ امام بوحنیفہ پر جرح واعتراضات ورن کے تحقیقی جوابات کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے اس باب کے ضمن میں شامل کرلیا گیا ہے۔ (مرتب)

مرجئہ مسلمانوں کا مشہور فرقہ ہے جو کئی شاخوں پر مشتمل ہیں مرجیہ لوگ اسلام میں فلسفہ کے در آنے سے متاثر ہوئے تھے جیسا جبریہ قدریہ وغیرہ فرقے وجود پذیر ہوئے مرجیہ، جبریہ، قدریہ ایک دوسرے سے قریب تر ہیں کیونکہ یونانی رومی، دہریہ اور مرجئہ خوارج کو ایک ہی صف میں شمار کرتے ہیں اور ایرانی فلسفوں نے ان کے خیالات پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ مرجئہ ارجاء سے مشتق

ہے جو عربی میں تاخیر کے معنوں میں بولا جاتا ہے ان کے زعم کے مطابق ایمان مقدم ہے اور عمل مؤخر ہے ایمان کا تعلق قلب سے ہے عمل سے نہیں اور ایمان ہونے کے باوجود انسان بداعمال رہتا ہے لہذا بداعمالی پر سزا نہیں ہو سکتی بعض علماء نے اس فرقہ کو خوارج کا حصہ قرار دیا ہے ممکن ہے ابتداء میں خوارج نے بھی یہ فلسفہ پیش کیا ہو مگر بعد میں ان کے بیشتر علماء نے امام ابوحنیفہ کی فروع میں تقلید کی اس نام پر بعض مورخین اور مرجیہ حنفیہ بھی لکھتے ہیں جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین کے مترجم نے اپنے دیباچہ میں اس مفہوم کی تردید کی یہ فرقہ فرد بن معاویہ کے عہد ۹۲ھ میں منظر عام پر آیا چونکہ اس کے عقائد سے اس عہد کا حکمران مطمئن تھا یعنی اسے ان کی وجہ سے تقویت پہنچتی دکھائی دیتا تھا اسلئے اس نے اس فرقہ کی سرپرستی کی ان کے بنیادی عقائد کا خلاصہ سطح ہے ایمان کا تعلق عمل سے نہیں دل سے ہے حسن زنا شرابی فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو اگر اس حالت فسق میں جس شخص نے ایک مرتبہ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے بے عمل مسلمان پر بھی دوزخ حرام ہے۔ ایمان محض ایک قول ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہوتا ہے اس میں شریعت کا کوئی دخل نہیں قول صرف توحید کے اقرار کا نام ہے۔ ایمان کا قدر سب کے [illegible] انبیاء اولیاء اور عام مسلمانوں کا ایمان ایک ہی نوعیت رکھتا ہے۔ ایمان کا تعلق عمل سے نہیں ہے گناہ کا کوئی علیحدہ وجود نہیں یہ انسانی فعال ہیں جن پر سزا و جزا نہیں ہو سکتی۔ انسان کو یہ تمیز ہی نہیں کہ کون فعل گناہ ہے اور کونسا ثواب یہ تمیز قرآن و حدیث سے قائم نہیں ہو سکتی عقل انسان کا صحیح فیصلہ کر سکتی ہے لہذا یہ انسان کسی ایک فعل کو عقل کی بنیاد پر ثواب سے [illegible] کے پاس دلائل نہیں ہوں گے فیصلہ ممکن نہیں۔

(زمرتب)

بسلسلہ امام اعظم پر جرح واقعہ اضت اور ان کے جوابات امام ابوحنیفہ اور عقیدہ ارجاء

نوٹ۔ امام ابوحنیفہ پر جرح واقعہ اضت کے سلسلے میں چونکہ امام صاحب پر عقیدہ ارجاء کا [illegible] امام اعظم کے تعلق میں معروف و مشہور تھا اور ان کے طرف سے یہ الزام

امام ابوحنیفہ کی شخصیت کمزور کرنے کے لئے ایک کاری ضرب شمار کیا جاتا ہے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس الزام کی اصل حقیقت اور مخالفین کے مغالطات اور مزعومات واضح کرکے اس کے مدلل اور مفصل جواب دیا جائے اسی ضرورت کے پیش نظر ذیل میں ماہنامہ بینات میں اس کے بارے شائع شدہ تفصیلی مضمون نقل کیا جاتا ہے امام طحاویت کے پیش نظر اس علمی مجلے سے یہ مضمون من وعن قارئین کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے امید ہے قارئین حظ وافر حاصل کریں گے۔ (زمرتب)

قطب حقیقت ولی کامل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں تہتر (۷۳) فرقوں کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے مرجہ کا بھی ذکر کیا ہے اور ان (مرجہ) میں اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو بھی شمار کیا ہے جس سے بعض متعصب اور جذبات سے مغلوب غیر مقلدوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام صاحب کو مرجی کہا اور لکھا ہے جن میں ''حقیقت الفقہ'' کے مولف غیر مقلد عالم مولانا محمد یوسف بھی شامل ہیں۔ آئندہ اوراق میں ہم نبی کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔

نوٹ: آئندہ صفحات میں مولف ''حقیقت الفقہ'' کی عبارت ''م'' کے عنوان سے پیش کرکے ''الجواب'' سے اس کا جواب دیا جائے گا۔ موصوف مقدمہ ''حقیقۃ الفقہ'' ص ۲۶ پر غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

م ''چوتھا گروہ مرجیہ کا جس کے بارہ (۱۲) فرقے حسب ذیل ہیں۔

عموماً یہ گروہ قائل ہے کہ جب کسی نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا پھر اگرچہ سارے ہی گناہ کرے ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ ایمان صرف قول کا نام ہے، عمل ایمان سے خارج ہیں۔ وہ صرف احکام شریعت ہیں، لوگوں کا ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا ہے (عام لوگ نیک ہوں یا بدفاسق ہوں یا فاجر) ان کا ایمان اور نبیوں اور فرشتوں کا ایمان ایک ہی ہے کم یا زیادہ نہیں اگرچہ عمل نہ کرے''۔

فرقہ کا نام	پیشوا کا نام	عقائد
حنفیہ	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور اقرار کرنا خدا اور رسول کا اور جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں۔ بتمام طور پر اس طرح ذکر کیا برہوتی نے''۔ (غنیۃ صفحہ ۲۰۸)

صاحب حقیقۃ الفقہ کا تدلیس:

الجواب مؤلف کا مقصد تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے صرف اس قدر ہے کہ وہ اصحاب ابی حنیفہ کا تدلیس کریں کہ حنفیہ بھی دیگر فرق ضالہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ حنفیہ فرقہ جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے پیرو ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ حنفیہ کا ذکر مرجیۂ فرقوں کے تحت کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی مذہب ارجاء کے قائل تھے لیکن قبل اس کے کہ امام صاحب پر وارد شدہ اس اعتراض کا جواب دیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کی چابدستی کی طرف اشارہ کردیں کہ وہ کسی قدر ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے عبارت کا صحیح مطلب تک نہیں لاتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''الملل والنحل'' کی اصل عبارتیں پیش کرنے کے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، اور غنیۃ الطالبین کا اصل عبارات وہ بھی اپنی فہم اور مرضی کے مطابق کرکے نقل کیا ہے غنیۃ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اما الحنفیة فهم بعض اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة علی ما ذکره البرهوتی فی کتاب الشجرة یعنی حنفیہ وہ بعض اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ کہ ایمان صرف معرفت (دل سے پہچاننے) اور زبانی اللہ اور اس کے رسول کا اور جو کچھ وہ اس کے پاس سے لے کر آئے ہیں جملی طور پر اقرار کا نام ہے جیسا کہ برہوتی نے ''کتاب الشجرۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

لیکن مولف نے ترجمہ کرتے وقت ''کتاب الشجرۃ'' کا نام حذف کردیا جو ''غنیۃ'' کا ماخذ ہے لہذا سب سے پہلے یہ بتایا جائے کہ ''برہوتی'' کون ہیں اور ان کی ''کتاب الشجرۃ'' معتمد بھی ہے یا نہیں؟ پھر ایک مجہول مصنف کی غیر معروف تصنیف کے حوالہ سے کوئی بات کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ ''برہوتی'' اور اس کی کتاب الشجرۃ دونوں (ہماری معلومات کے مطابق) مجہول ہیں۔

حقیقت پوشی کی ناکام کوشش:

اس کے علاوہ جب مؤلف ہر بات کی صحت کیلئے سند کا مطالبہ کرتے ہیں تو آخر امام اعظم رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت پر ایک غلط الزام لگاتے وقت انہوں نے اس اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ واقعی ''کتاب الشجرہ'' اور اس کا مصنف معتمد علیہ تھا تو ان کا مفصل تذکرہ کر کے بقید صفحہ اس کا حوالہ اصل کتاب کی عبارت مع سند پیش کر دی جاتی جب یہ نہیں کیا گیا تو واضح ہو گیا کہ یہ حقیقت تعصب کے شکار کم ظرف حضرات کی حقائق پوشی کی ناکام کوشش ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ''غنیۃ'' میں تو بعض صحاب ابی حنیفہ تحریر تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس عقیدے کے حامل تھے مؤلف نے کمال دیانتداری سے ''بعض'' کا لفظ اڑا کر تمام احناف کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام صاحبؒ کا مذہب بنا دیا۔

ایں کار از تو آید تو مرداں چنیں کنند

حقیقۃ الفقہ کی عبارت:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدا ہیں فرقہ حنفیہ کے اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ فرقہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی و زیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجیہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے ''کتاب الملل والنحل'' میں بھی رجال مرجیہ میں حسام الدین بن ابی سلیمان اور ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے۔ بوحنیفہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کرتا ہے۔ (الملل والنحل ص ۱۸۸ و ص ۱۹۴ جلد اول مطبوعہ مصر) (حاشیہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۷)

الجواب: مؤلف کا یہ قول کہ ''اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ فرقہ میں شمار کیا ہے محض دعوی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اولاً تو ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ کہا ہو اگر ایسی ہوتی تو مؤلف جیسے ''حلیم اور بردبار'' آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ان اکثر کا نام لئے بغیر آگے گذر جائیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کی عداوت تو مؤلف موصوف کے رگ و ریشہ میں پیوست

ہو چکی ہے، چنانچہ انہیں امام صاحبؒ کے بارے میں جو کچھ بھی رطب و یابس غلط، صحیح ملا سب کو (بغیر جانچ پڑتال اور رد و قدح کے) اپنی تالیف میں درج کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ص نے ص ۹۲ پر اسی (۸۰) علماء کی نام بنام فہرست پیش کی ہے (جو اپنے وقت کے امام علامہ حافظ و پیشوا تھے) جنہوں نے امام صاحب کو ناقص الحافظہ، حدیث کا کم جاننے والا، ان کی جانچ پڑتال ناقص نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا اور ان کے عقائد و مسائل پر طعنہ اضافت کئے ہیں۔ ان سے ہمیں یہاں تعجب ہے کہ انہوں نے (مؤلف حقیقۃ الفقہ) اس جگہ ان کثیر اہل علم کی فہرست پیش نہیں کی؟

ارجاء کی الزام حسد اور بغض پر مبنی ہے۔

ثانیاً جن لوگوں نے امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا ہے یا تو حسد اور بغض کی بنا پر ان پر یہ الزام لگایا، یا ان کو امام صاحب کے بارے میں رائے قائم کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے، چنانچہ علامہ حافظ عبدالبر مالکی تحریر فرماتے ہیں **وقد موا ایضا علی ابی حنیفۃ الارجاء ومن اھل العلم من ینسب الی الارجاء کثیر لم یعرف قبیح ماقیل فیہ کما عرف ذالک فی ابی حنیفۃ وکان ایضا یحسد وینسب الیہ مالا یلیق وقد اثنی علیہ جماعۃ من العلماء وفضلوہ** (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲/۱۴۸) بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا بھی الزام لگایا ہے۔ حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ بڑی کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجیہ کہا گیا ہے لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ کی امامت کی وجہ سے ان میں یہ پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی بہت جلتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا اور ان کے بارے میں نامناسب باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ارجاء کی حقیقت:

ثالثاً جس معنی میں امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا گیا ہے وہ "ارجاء" اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ارجاء کا معنی، مرجئہ کا حال اور انکے عقائد ذرا وضاحت سے ہدیہ ناظرین کر دیں تاکہ امام صاحب کی طرف منسوب "ارجاء" کی حقیقت کھل کر

سامنے آجائے۔

ارجاء کے معنی

ارجاء کا اصلی معنی ہے تاخیر و مہلت دینا، چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی ۵۴۷ھ اس کی تفصیلات بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں

الارجاء علی معنیین احدهما التاخیر قالوا ارجه واخاه ای امهله واخره والثانی اعطاء الرجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی القیامة فلا یقضی علیه بحکم مافی الدنیا من کونه من اهل الجنة ومن اهل النار وقیل الارجاء تاخیر علی رضی الله عنه عن الدرجة الاولی الی الرابعة (ارجاء کے دو معنی ہیں (۱) تاخیر کرنا تو قرآن پاک میں ہے (قالوا ارجہ واخاہ (انہوں نے کہا موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دے یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لیں جلدی نہ کریں اور مہلت دینا چاہئے۔ اور دوسرا معنی ہے (یعنی کسی گناہ پر نجات کی امید دلانا اور یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کچھ ضرر نہیں۔ بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو پہلے خلیفہ سے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔

اب چونکہ ارجاء کے مفہوم میں تاخیر شامل ہے اس لئے جو حضرات حضرت ابوحنیفہ کے بارے میں اس سے کام لیتے ہیں اور اس دنیا میں ان کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کرنے کو وہ معاف کر کے جنت میں داخل کرنے یا نہ بھیجنے کے جہنم میں ڈالنے کا وہ سب مرجئہ اور اسی معنی کے اعتبار سے امام صاحب اور دیگر حضرات محدثین کو مرجئہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ثم اعلم ان القونوی ذکر ان ابا حنیفه کان یسمی مرجئا لذهابه الی ان صاحب الکبیرة الی مشیة الله و لارجاء التاخیر (شرح فقه اکبر صفحه ۸۸) پھر معلوم رہے قونوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے تھے اور ارجاء کے معنی ہی مؤخر کرنے کے ہیں۔

ب سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، یا صریح نصوص آیات اور احادیث سے امام صاحب کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ تمام اہلسنت کا یہی مذہب ہے، البتہ بعض مقلدین کا عقیدہ اس کے خلاف ہو اور وہ گنہگار جنتی یا قطعی جہنمی قرار دیتے ہوں تو اس کی وضاحت ضروری ہے

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی وضاحت:

ملاحظہ ہو امام صاحب خود اپنے اس عقیدے کی وضاحت فرماتے ہیں عن ابی مقاتل سمعت اباحنیفة یقول الناس عندنا علی ثلثة منازل، الانبیاء من اهل الجنة، والمنزلة الاخری المشرکون نشهد علیهم انهم من اهل النار والمنزلة الثالثة المؤمنون نقف عنهم ولا نشهد علی واحد منهم انه من اهل الجنة ولا من اهل النار ولکنا نرجوا لهم و نخاف علیهم ونقول کما قال الله تعالی (خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئا عسی الله ان یتوب علیهم) حتی یکون الله عزوجل یقضی بینهم وانما نرجوا لهم لان الله عز وجل یقول (ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء) ونخاف علیهم بذنوبهم وخطایاهم ولیس احد من الناس اوجب له الجنة ولو کان صواما قواماً غیر الانبیاء ومن قالت له الانبیاء (کتاب العالم و المتعلم صـ ۲۷۰ طبع حیدرآباد دکن) ابومقاتل کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک لوگ تین طرح کے ہیں (۱) انبیاء، جو جنتی ہیں (۲) مشرکین، جن کے متعلق ہماری شہادت جہنمی ہونے کی ہے (۳) مومن جن کے متعلق ہم توقف اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے نہ تو کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی کے جہنمی ہونے کی۔ ہاں ان کے بارے میں (جنت کی) امید اور دوزخ کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ان کے بارے میں فرمایا ہے (ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ تعالی معاف کرے ان کو) یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کے بارے میں ولی فیصلہ فرمادیں اور ہم ان کے لیے امید منقطع رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے

فرمایا (تحقیق اللہ اس کو تو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کبیرہ و شرک سے کمتر گناہ جس کے چاہے معاف کر دے) اور ان کے بارے میں گناہوں اور غلطیوں کے سبب عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا ہو اگرچہ وہ کتنا ہی روزہ رکھنے والا اور عبادت کرنے والا ہو بجز انبیاء اور ان حضرات کے کہ جن کو انبیاء نے جنتی کہا ہو۔

عبارت مذکورہ سے امور مستفادہ:

حضرت امام ابوحنیفہ کی عبارت بالا سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے (۱) مرتکب کبیرہ امام صاحب کے نزدیک کافر نہیں (۲) اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو ازراہ عدل اس کو سزا دے یا ازراہ فضل اس کی مغفرت فرما دے۔ (۳) اور یہ فیصلہ اس مسئلہ پر متفرع ہے کہ عمل ایمان کا جزء ہے یا نہیں اس میں دیگر ائمہ اور محدثین بظاہر امام ابوحنیفہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ اختلاف صرف لفظی ہے فریقین کے نزدیک عمل ضروری ہے، امام صاحب کی مراد کسی جزء سے یہ نہیں کہ عمل کی ضرورت نہیں۔ حاشاکہ امام صاحب اس کے ہرگز قائل نہیں بلکہ امام صاحب عمل کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ نے مغفرت نہ فرمائی تو تارک عمل اپنے ترک عمل کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

نزاع لفظی سے فساد اعتقاد نہیں آتا۔

چنانچہ علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفی المتوفی ۹۶۷ھ فرماتے ہیں والاختلاف الذی بین ابی حنیفة والائمة الباقین من اهل السنة اختلاف صوری فان کون اعمال الجوارح لازمة لایمان القلب او جزء من الایمان مع الاتفاق علی ان مرتکب الکبیرة لا یخرج من الایمان بل هو فی مشیئة اللّٰه ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه نزاع لفظی لایترتب علیه فساد اعتقاد شرح عقائد ص ۲۷۹ طبع جدید۔ اور ایمان کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ اہل سنت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ محض صوری ہے۔ یعنی لفظی اختلاف ہے۔ حقیقی نہیں اس لئے کہ اعمال جوارح یا تو لازم ایمان ہیں یا ایمان

کا جزء ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو وہ اس کو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے غرضیکہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ لکھتے ہیں ولیس النزاع الا راجعاً الی لفظ (التفہیمات الالٰہیۃ صفحہ ۲۸) لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک عمل اگرچہ جزء ایمان نہیں تاہم ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور اس پر ثواب وعقاب کا ترتب ہوگا برخلاف مرجئہ کے کہ ان کے نزدیک ایمان کے بعد عمل کی حیثیت ترتب ثواب وعقاب کے درجہ میں بھی نہیں ہے۔

مرجئہ مذموم کے مذموم عقائد۔

ثم المرجئة المذمومة المبتدعة لسوء من القدرية بل هو طائفة قالوا لايضر مع الايمان ذنب كما لا ينفع مع الكفر طاعة فرعموا ان واحدا من المسلمين لا يعاقب على شئى من الكبائر فقالوا هذا الارجاء عن ذالك الارجاء (شرح فقہ اکبر ص ۸۹) یعنی مرجئہ مذمومہ مبتدعہ فرقہ قدریہ سے الگ ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد انسان سے کوئی گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کیسا ہی گناہ کرے اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء یعنی اہل بدعت کا ارجاء اور اس ارجاء (امام صاحب کے ارجاء) میں کیا نسبت۔

فقہ اکبر میں امام صاحب کی طرف منسوب اصل عبارت:

نیز مؤلف کا یہ قول کہ "امام صاحب نے فقہ اکبر" میں وہی عقیدہ ذکر کیا ہے جو مرجئہ کا ہے بالکل غلط ہے "فقہ اکبر" کا وہ نسخہ جو امام صاحب کی طرف منسوب ہے۔ جس کا مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے والایمان هو الاقرار والتصديق وايمان اهل السماء والارض لايزيد ولا ينقص والمؤمنون مستوون فى الايمان والتوحيد متفاضلون فى الاعمال ولا يقول ان المؤمن لايضره الذنوب ولا يقول انه لا يدخل النار

ولا نقول انه یخلد فیها وان کان فاسقا بعدان یخرج من الدنیا مؤمنا ولا نقول حسناتنا مقبولة وسیاتنا معفورة کقول المرجئة (ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا اہل سماء واہل زمین کا ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ایمان وتوحید میں سارے مومن برابر ہیں اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ فقہ اکبر ص ۱۱ اور دوسرے مقام پر یہ تحریر ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گناہ مضر نہیں۔ ورنہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل ہی نہیں ہوگا ورنہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر چہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں۔ اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا کہ مرجہ کا عقیدہ ہے۔ نیز مؤلف کا یہ کہنا ''کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشو ہے) بھی امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے'' یہ انکے تمام حقائق کی صریح رد ہے یا پھر ممکن ہے کہ انہوں نے ''الملل والنحل'' پوری عبارت نہیں پڑھی جس سے ان کو غلط فہمی ہوگئی۔ اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ غسان کس بنیاد سے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں ومن العجب ان غسان یحکی عن ابی حنیفة مثل مذهبه وبعده من المرجئة ولعله کذب ولعمری کان یقال لابی حنیفة واصحابه مرجئة السنة تعجب کی بات ہے کہ غسان بھی اپنے مذہب کو امام صاحب کا مذہب ظاہر کرتا تھا، اور امام صاحب کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا، یہ جھوٹ ہے مجھے زندگی بھر کرنے والے کی قسم کہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو تو مرجئہ السنۃ کہا جاتا تھا۔ (الملل والنحل علی ہامش کتاب الفصل ص ۱۸۹، ج ۱)

ناظرین غور فرمائیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ غسان کا امام صاحب کو مرجئہ بننے کا مقصد صرف اپنے مذہب کی ترویج وتشہیر تھا۔ ورنہ درحقیقت غسان اور امام صاحب کے عقیدے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ نیز یہ غسان کے کہنے سے امام صاحب مرجئہ بن جائیں گے غسان ایک بدعتی ہے بنے سے امام صاحب کو مرجئہ کہنا اہل بدعت کا شیوہ ہوسکتا ہے اہل سنت کا نہیں۔ اور جب خود علامہ شہرستانی امام صاحب کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں اور غسان کے

عقیدے، اور امام صاحبؒ کی طرف منسوب کرنے کی بناء پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو پھر مؤلف کا علامہ شہرستانی کے بحوالہ نے غسان کے قول کو نقل کرنا اور اس کو حجت کے طور پر پیش کرنا اور اس بناء پر امام صاحبؒ پر طعن کرنا صریح بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اعاذنا اللہ منھا۔

غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مؤلف کا تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی عبارت سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے امام صاحب کو مرجیہ ضالہ میں شمار نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ "غنیۃ" کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ لاہور کا طبع شدہ ہے اور اس کے ساتھ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا فارسی ترجمہ بھی ہے جس میں اس عبارت میں بعض کا لفظ موجود ہے۔ اسی طرح کے مصری نسخہ میں بھی "بعض" کا لفظ موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اما الحنفیۃ فھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا الخ لیکن حنفیہ وہ "بعض" اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے (الخ)

اور یہی بات مولانا محمود حسن خانصاب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

واما اصحاب الامام فنسخۃ کتاب الغنیۃ التی رجعت الیھا ونقلت منھا ھی التی ذکرھا فیھا اما الحنفیہ فبعض اصحاب ابی حنیفۃ ترجمہ رہا امام صاحب کے مقلدین کے بارے میں یہ لکھنا تو "غنیۃ" کا وہ نسخہ جس کو دیکھ کر ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں اما الحنفیۃ فبعض اصحاب ابی حنیفۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بعض حنفی ہیں جو امام صاحب کے بعض فروع فقہیہ میں مقلد تھے مگر عقائد میں مرجیہ تھے چونکہ یہ لوگ فروع میں امام صاحب کے مقلد تھے اس لیے وہ بھی حنفی کہلاتے اور غسان بھی انہیں میں داخل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اسی اشکال کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان مراد الشیخ من الحنفیۃ فرقۃ منھم وھم المرجئۃ وتوضیحہ ان الحنفیۃ عبارۃ عن

فرقة تقلد الامام ابا حنيفة فی المسائل الفرعيه وتسلک مسلکه فی الاعمال الشرعية سواء وافقتهٗ فی اصول العقائد ام خالفتهٗ فان وافقتهٗ يقال لها الحنفية الکاملة وان لم توافقهٗ يقال لها (الحنفية) مع قيد يوضح مسلکه فی العقائد الکلامية فکم من حنفی فی الفروع معتزلی عقيدة کالزمخشری جار الله ومؤلف القنية نجم الدين الزاهدی وکعبد الجبار وابی هاشم والجبائی وغيرهم وکم من حنفی فرعا مرجئی او اريدی اصلاً حضرت شیخ کی مراد حنفیہ سے وہ فرقہ ہے جو مرجئہ تھے وضاحت اس کی یہ ہے کہ حنفیہ تو اس جماعت کو کہتے ہیں جو مسائل فرعیہ میں امام ابوحنیفہ کی مقلد ہو اور اعمال شرع میں آپ کے مسلک پر چلے، چاہے اصول عقائد میں آپ کے موافق ہو یا مخالف، ب جو حضرت عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے موافق ہوں تو ان کو حنفیہ کامل کہا جائیگا اور اگر عقائد میں مخالف ہوں تو ان کو حنفی کہنے کے ساتھ ایسی قید بھی لگائی جائے گی جو ان کے مسلک کی وضاحت کرے چنانچہ ایسے بہت سے حنفی ہیں کہ جو فروع میں تو حنفی ہیں مگر عقیدہ میں معتزلی ہیں جیسے جار اللہ زمخشری نجم الدین زاہدی صاحب القنیہ ۔عبدالجبار۔ابو ہاشم و رجبائی وغیرہ ہیں اور بہت سے حنفی ایسے ہیں جو فروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے مرجیہ ہیں یا زیدیہ ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں حنفیہ سے مراد مطلق حنفیہ نہیں کہ جو عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے مقلد تھے لہذا ان بعض کے مرجیہ ہونے سے امام صاحبؒ کا مرجیہ ہونا لازم نہیں آتا۔

صاحب حقیقۃ الفقہ کا ناقص ترجمہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مؤلف نے کس طرح عوام کو دھوکہ دیا کہ "غنیۃ" کی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت لفظ "بعض" کا ترجمہ حذف کر دیا وراس طرح ان کو غلط فہمی کا شکار بنایا اور پھر حضرت شیخؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کیسے مرجیہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو امام صاحبؒ کو "امام" کے لقب سے یاد فرماتے ہیں چنانچہ وقت فجر کے بارے میں امام احمد کا مذہب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقال الامام ابو حنيفة اور ترک صلوٰۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقال الامام ابو حنيفة

لاقبل امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سوقتل نہ کیا جائے۔

اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب مرجۂ ضالہ میں سے ہوتے تو پھر ان کو امام کے لقب سے کیوں یاد فرماتے اور امور شرعیہ میں دیگر ائمہ کے اقوال کے ساتھ ان کے قول کو کیوں ذکر کرتے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ امام صاحب پر تو سرے سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا جو اس کا جواب دیا جائے۔ افسوس ہے کہ مؤلف نے اپنے مقتدا حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا جو ان کو پتہ چلتا کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ دلیل الطالب علی ارجح المطالب میں نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں

سوال "در "غنیۃ طالبین" مرجیہ را اصحاب ابی حنیفۃ نعمان ذکر کردہ وکذا غیرہ وفی غیرہ وجہ آں چیست؟

جواب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در تفہیمات نوشتہ اند کہ ارجاء دو گونہ است یکے ارجاء ست کہ قائل را از سنت بیرون میکند۔ دیگر آنست کہ از سنت بیرون نمیکند۔ اول آنست کہ معتقد آن باشد کہ قول بلسان و تصدیق بجنان کردہ ہیچ معصیت در مضر نیست اصلاً، دیگر آنکہ معتقد آنند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب و عقاب بر آں مرتب است۔ سبب فرق میان ہر دو آنست کہ ہر دو طائفہ جمع کردہ اند بر حظ ہر دو گفتہ اند کہ بر عمل ثواب و عذاب مرتب میشود پس مخالف ایشان ضال و مبتدع ست و در مسئلہ ثانیہ جمع صف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارض است بعض آیات و احادیث و اثر دلالت میکنند بر آنکہ ایمان غیر عمل است و بسیارے از دلیل دال است بر آنکہ اطلاق ایمان بر مجموعہ قول و عمل ست و ایں نزاع راجع میشود بسوئے لفظ بجہت اتفاق ہمہ بر آنکہ عاصی از ایمان خارج نمی شود ہر چند مستحق عذاب ست و صرف دلیل دالہ بر آنکہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیز ہا ست از ظواہرش بادنی عنایت ممکن ست۔ انتہی۔

و ازیں معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ رحمہ اللہ از مرجیہ بودن اصحاب ابی حنیفہ شق ثانی است و لا عبار علیہ اگرچہ ارجح از روئے نظر و دلائل ہمان مذہب اہل حدیث ست کہ ایمان عبارت ست

از مجموع اقرار و تصدیق و بہ قال القاضی ثناء اللہ فی (مالا بدمنہ)

سوال "منیۃ الطالبین" میں اصحاب ابی حنیفہ کو مرجئہ میں ذکر کیا گیا ہے کسی طرح دو لوگوں نے بھی اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "تفہیمات" میں لکھا ہے کہ ارجاء کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کا قائل اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا قائل اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا۔ پہلی قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ جس شخص نے ایمان کا زبان سے قرار کر لیا اور دل سے تصدیق کر دی تو پھر چاہے کوئی گناہ کرے اس کو قطعاً کوئی مضر نہیں (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ثواب اور عقاب اس پر مرتب ہوتا ہے۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین کا مرجئہ کے گمراہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ عمل پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے لہذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ و مبتدع ہے لیکن دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع نہیں ہو بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات، احادیث، آثار، اس پر دال ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول و عمل دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عاصی (عصیان کی وجہ سے) ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا اگرچہ مستحق عذاب ہوتا ہے اور جو دلائل کہ ایمان، مجموعہ (اقرار، تصدیق و عمل) پر دلالت کرتے ہیں ان کو ادنی تأمل سے ان کے ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے (منہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اصحاب ابی حنیفہ کے مرجئہ ہونے سے دوسری شق ہے اور اس پر کوئی خبر نہیں (کیونکہ یہ اعتقاد سنت کے خلاف نہیں) اگرچہ دلائل کے اعتبار سے اہل حدیث کا مذہب راجح ہے کہ ایمان مجموعہ اقرار و عمل، تصدیق و عمل کا نام ہے اور یہی بات قاضی ثناء اللہؒ نے اپنی کتاب (مالا بدمنہ) میں ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے مقلدی تو منیۃ الطالبین کی اس عبارت کا حل پیش کر رہے ہیں جس سے ان جیسے بادی النظر حضرات کو غلط فہمی ہوئی لیکن مؤلف ہی ہے کہ ان کو اپنے حضرات کی تائید دیکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ (منیۃ الطالبین مع شیخ عبدالغنی مجددی مطبوعہ مجتبائی)

باب پنجم

امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

یہ باب دراصل حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن در لعلوم سعیدیہ اوگی مانسہرہ کا پیش کردہ مقالہ بعنوان ''امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت'' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا ایک حصہ ہے۔ ادارہ کی طرف سے کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت اس کے ساتھ جگہ جگہ ضمنی اور عنوانات لگائے گئی تاکہ مسلسل مضمون پڑھنے سے قارئین کو دشواری نہ ہو۔ امید ہے ناظرین اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ (ادارہ)

امام ابوحنیفہ جیسا کہ دوسرے تمام میدانوں میں ویسے ہی اس میدان میں بھی اولیت کے حامل ہیں چنانچہ بجا طور پر ان کو اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں بھی اولیت کے حامل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی لئے ان کی طرف منسوب کتاب فقہ ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔ اول من دون العلوم بعد الشریعۃ ثم یسبق من قسمہ الی ان قالہ فجعلہ ابواب معونۃ وکتب موسۃ فبدأ بالطہارۃ ثم بالصلوٰۃ ثم سائر العبادات وانما بدأ بالطہارۃ ثم بالصلوٰۃ لان المکلف بعد صحۃ الاعتقاد اول ما یخاطب بخاص الصلوٰۃ لانہا اخص العبادات واعم وجوبا واخر المعاملات لان الاصل عدمہا وبراءۃ الذمۃ منہا وختمہ بالوصایا والمواریث لانہا اخر حیاۃ الانسان فما احسن ما بدأ بہ وختم وما احکمہ وما اتقنہ (ابو حنیفۃ النعمان) ترجمہ امام ابوحنیفہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کے علوم مدون کیا آپ نے پہلی بحث سے شروع کیا آپ نے کتابوں اور ابواب میں سے تقسیم کیا طہارت سے ابتدا کی پھر نماز پھر باقی عبادات آپ نے پہلے طہارت اور پھر نماز سے ابتدا کی اس لئے کہ مکلف صحت اعتقاد کے بعد سب سے پہلے جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے وہ نماز ہے یوں کہ وہ عبادات میں خصوصی عبادت ہے اور فرضیت میں عام ہے اور معاملات کو اس نے موخر کیا اس لئے کہ اصل ان کا عدم ہے اور ذمہ سے براءت پر تمام ہونا اور وصیت اور میراث کو اس نے آخر میں ذکر کیا اس لئے کہ یہ انسان کی آخری حالت ہے اس لئے ابتدا کی اور ختم کیا کتنا اچھا ابتدا کی اور ختم کیا اور کتنا مضبوط اور پختہ کیا۔

امام ابوحنیفہ کے تصانیف

بعض لوگوں کا جس طرح خیال ہے امام ابوحنیفہ کی تمام تصانیف سے یا بعض کتابوں کے متعلق کافی بیان دیا ہے

امام ابوحنیفہ کی تصانیف کے متعلق مختلف اقوال ہیں ان میں سے مشہور کتاب الفقہ الاکبر، کتاب رسالہ الی البتی کتاب العلم والمتعلم رد علی القدریہ کتاب الرد علی القدریہ والعلم مرتب حماد رحمہ اللہ عنہ وغیرہ رضی اللہ عنہ کتاب النفقات ان تمام میں سے

مندرجہ ذیل کتابوں سے معلوم ہوتا ہے (۵) کتاب الرائے (۶) کتاب اختلاف الصحابہ (۷) کتاب الجامع (۸) کتاب السیر (۹) الکتاب الاوسط (۱۰) الفقہ الاوسط (۱۱) مکاتب و وصایا (۱۲) کتاب الآثار جو چیش نظر کتاب ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تصنیفات کے متعلق ان ذیل اضافہ بھی فرمایا کتاب الشروط، کتاب الفرائض، کتاب الرد علی الاوزاعی، کتاب الرد علی اصحاب الحدیث، کتاب الجامع، کتاب السیر، کتاب رسالہ ابوحنیفہ الی عثمان البتی۔

یہ عالمہ حقہ [illegible] اپنی کتاب [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

لصحت من اسنادها و وضعها فی دهشت احد و ادعی ان ابا حنیفة قد سبق الی تدوینها فلیس به ... ک ما من تقدمه من الصحابة و التابعین فمن ذکرنا فله سلفی میمونا ترجمہ وہ شخص قابل تعجب نہیں ہے جو ان مرتب کردہ مسانید و مجامیع کے بعد قابل تعجب ہے اس نے سب سے پہلے ان کو وضع کیا اور انہیں ترتیب دیا ... وہ شخص جو ان پر پیشان ہو کر یہ دعویٰ کرے کہ ابوحنیفہ سے پہلے صحابہ و تابعین میں سے کسی نے تصنیف نہیں کی تو اس کے جواب میں یقیناً وہی جواب ہوگا۔ (ابو حنیفة النعمان ص ۲۸۶)

کتاب الآثار

امام ابوحنیفہ کے ان خصائص و مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں وہ تنہا نہیں بلکہ ان کے پہلے کئی شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت و مدون کیا اور اس سے ابواب پر ترتیب دی۔

پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ امام مالک، امام صاحب کی کتابوں سے استفادہ کیا کرتے تھے کما هو مصرح

الغرض کتاب الآثار قرآن مجید کے بعد کتب خانہ اسلامی کی دوسری صدی کی کتاب ہے جو ابواب پر مرتب اور مدون ہوئی اور جس میں صرف انہی حدیث اور آثار صحابہ کو جگہ ملی جن کی روایت ثقات و متقیات میں پہنچ چکی تھی۔

کتاب الآثار کا مضمون صرف احادیث و آثار مرفوعہ ہیں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے۔

رہے وہ سینکڑوں مختلف ابواب جو صحاح ترمذی وغیرہ و دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ کتاب الآثار میں نہیں ہیں یہ عدم ذکر ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے بلکہ محدثین کی اصطلاح میں کتاب الآثار، کتب سنن میں داخل ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الآثار کی امتیازی خصوصیات:

کتاب الآثار کا یک نمایاں امتیاز یہ ہے۔ کہ اسکی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح صرف ہی شہر یا اقلیم کی روایت میں منحصر نہیں بلکہ تمام مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ غرضیکہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن قیم کہتے ہیں و لدیں والفقه والعلم انتشر فی الامة عن اصحاب بن مسعودؓ و اصحاب زید بن ثابتؓ واصحاب عبد الله بن عمرؓ واصحاب عبدالله بن عباس فعلم الناس عامة عن اصحاب هولاء الأربعة فاما اهل المدینه فعلمهم من اصحاب زید بن ثابت وعبدالله بن عمر واما اهل مکة فعلمهم من اصحاب عبدالله بن عباس واما اهل العراق فعلمهم عن اصحاب عبدالله بن مسعود رضی الله عنهم (اعلام الموقعین ص ۱) دین، فقہ اور علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباس سے ہوئی ہے دنیا کے لوگوں کا علم ان چار کے صحابہ سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباس کے اصحاب سے اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔

کتاب آثار کے [illegible] میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں۔ مدینہ، شام اور [illegible] تابعین سے بھی روایتیں موجود ہیں

کتاب آثار کی روایت امام محمد میں جن شیوخ سے امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے ان کی تعداد بیس ہے ان سے امام ابوحنیفہ کی تعداد تیس تک ہے جو مدینہ کے تھے۔

صحابہ کے اصحاب میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ و فتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد بیس ہے تیس ۳۰ ہے ان میں مرد و عورتیں دونوں شامل ہیں۔

افتاء کے بارے میں بعض صحابہؓ مکثر تھے بعض متوسط اور بعض مقل جو سب سے زیادہ فتاویٰ دیتے تھے وہ یہ حضرات تھے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان سات میں بھی وہ ان کو چار بزرگ زیادہ ممتاز گنتے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے واکابر ھذا الوجہ عمر وعلی وابن مسعود ترجمہ اکابر یہی چار ہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امت مرحومہ کا سواد اعظم تقریباً دو تہائی کثیت بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا مبنی اسی "کتاب الآثار" کی احادیث و روایات ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا مسند ابی حنیفہ و آثار محمد مبنائے فقہ حنیفہ است۔ فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۷۰)۔

کتاب آثار کے رواۃ کے تعدد سے اس کے نسخے بھی متعدد ہیں اسلئے ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتاب الآثار کے نسخے:

امام ابوحنیفہؒ سے جن راویوں نے کتاب الآثار کی روایت کی ہے وہ متعدد ہیں جسکی وجہ سے نسخے بھی متعدد ہیں جن میں مشہور نسخے چار ہیں۔ ان کے راویوں کے نام سے ہی یہ نسخے مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الآثار۔ بروایت امام زفر بن الھذیلؒ۔ (المتوفی ۱۵۸)

ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولاؒ (المتوفی ۴۵۷) نے اپنی مشہور کتاب "الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب" کے باب الحصینی والحصیبی میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث احمد بن بکر حصینی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الحصینی ثقة یمیل میل اھل الطرر وی عن

ابی وھب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار ترجمہ [illegible] ہیں۔ اہل نظر (یعنی فقہ حنفیہ) کی طرف میلان کو بواسطہ زفر بن الھذیل [illegible]

[illegible] کتاب الآثار [illegible] الجوھر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ میں بھی ہے۔

جہاں امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت تین واسطوں سے ہے وہیں [illegible] ابو وھب محمد بن مزاحم المروزی [illegible] سند دس حکم الضبی [illegible] ابو وھب محمد بن مزاحم المروزی [illegible] سند دس حکم الضبی [illegible] کتاب الآثار کی روایت [illegible] نسخہ زفر بن الھذیل [illegible] بسند دس حکم الضبی ونسخہ نصر زفر بن الھذیل [illegible] ابو وھب محمد بن مزاحم المروزی [illegible] سند دس حکم الضبی سے روایت [illegible] کتاب الآثار کی روایت [illegible] ابو وھب محمد بن مزاحم المروزی روایت کرتے ہیں۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۴)

[illegible] کتاب الآثار [illegible] احمد بن رستم محمد المعروف کل عبدہ [illegible] محمد بن الحکم [illegible] زفر عن ابی حنیفہ [illegible]

[illegible] کتاب الآثار [illegible]

کتاب میں ہر راوی کے تذکرہ میں کسی روایت سے پہلے وہ حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں جسے اپنے مضمون کے مطابق ان کے بھی وہ حدیثیں درج کی ہیں۔

اسی طرح حافظ ابونعیم اصفہانی نے تاریخ اصفہان میں ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

امام طبرانی کی "المعجم الصغیر" میں بھی ان کی ایک روایت مذکور ہے۔

(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسف (متوفی صفحہ ۱۸۳)

[illegible] نے جواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے چنانچہ امام ابو یوسف نے اپنے [illegible] میں روی کتاب الآثار عن ابی حنیفہ وھو مجلد ضخم امام ابو یوسف سے امام ابو حنیفہ کی) کی سند سے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کی روایت کرتے ہیں کہ یہ کتاب [illegible] مطبوعہ ص ۲۵۲

[illegible] متوفی صدر محدث [illegible] المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن کو [illegible] سے کتاب الآثار [illegible] ہے [illegible] ۳۵۹ حدیثیں [illegible]

امام ابو یوسف نے کتاب الآثار میں [illegible] روایت کی ہیں۔

(۱) [illegible]

(۲) [illegible] امام ابو یوسف نے [illegible] روایت کی ہیں [illegible] کتاب کے باب ثانی میں اس سند کی اسی [illegible] امام ابو یوسف تک نقل کی ہے۔

(۳) کتاب الآثار بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ)

کتاب الآثار [illegible] کی [illegible] مشہور ترین و مقبول ترین ہے اور اسی کے بارے میں حاجی خلیفہ نے [illegible] لصحیفہ بروایۃ الامام الاعظم [illegible] سطور میں [illegible]

حنیفة اسمه هو کتاب الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنه حدیث میں امام ابوحنیفہ کی جو مستقل کتاب مدون ہے وہ کتاب الآثار ہے جسے امام محمد بن الحسن نے ان سے روایت کی ہے۔

(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ)

اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں یوں کیا ہے۔ حدث عن ابیہ ابراہیم بن حسن بجلی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ محمد بن ابراهیم بن حبیش البعوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفه کتاب الآثار (ترجمہ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی محمد بن شجاع ثلجی سے وہ حسن بن زیاد سے وہ امام ابوحنیفہ سے کتاب آثار روایت کرتے ہیں) حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین سے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان سے بھی پہلے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے ذیل حدیث نقل کی ہے۔ قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی قال ابو حنیفة قال کنا عند محارب بن دثار وکان متکئا فسوی جلسته ثم قال سمعت ابن عمر یقول علی الناس یوم تشیب فیه الولدان وتضع الحوامل ما فی بطونها (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴۳) حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی نے کہا ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی فرمایا ہم حضرت محارب بن دثار کے پاس تھے وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے تو سیدھے بیٹھ گئے پھر فرمایا میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا ہے کہ لوگوں پر ایک دن آئے گا جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے حمل کو گرا دیں گی۔

ان حضرات کے علاوہ خود امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے امام حماد بن ابی حنیفہ (متوفی ۱۷۶ھ) اور مشہور محدث محمد بن خالد الوہبی (متوفی قبل ۱۹۰ھ) کی روایت سے بھی کتاب آثار کے نسخے مروی ہیں۔ چنانچہ جامع المسانید میں محدث خوارزمی نے ان دونوں نسخوں سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں بھی سند بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی مسند ابی حنیفہ کے مقدمہ میں کیا ہے۔

ابوحنیفہؒ سے دیگر راویان حدیث:

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ جن کے ذریعہ سے "کتاب الآثار" کا سلسلہ امت میں باقی رہا۔ کتب تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے وہ یہ ہیں

(۱) امام عبداللہ بن مبارکؒ

موصوف نے خود کہا ہے کہ کتبت کتب ابی حنیفہ غیر مرۃ کان یقع فیھا زیادات فاکتبھا (مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۲۷) میں نے امام ابوحنیفہ کی تصانیف کئی بار نقل کیں کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اور مجھے نئیں لکھنا پڑتا اور محدث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام حمیدی شیخ بخاری کی زبانی نقل کیا ہے کہ سمعت عبداللہ بن المبارک یقول کتبت عن ابی حنیفہ اربعمائۃ حدیث میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ سے میں نے چار سو حدیثیں لکھی ہیں۔

(۲) امام حفص بن غیاثؒ:

ان سے حافظ حارثیؒ نے بسند نقل کیا ہے کہ سمعت من ابی حنیفۃ کتبۃ واثارہ میں نے امام ابوحنیفہ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سنا ہے

(۳) شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید المقریؒ.

ان کے بارے میں علامہ کردری لکھتے ہیں سمع من الامام تسعمائۃ حدیث (مناقب الامام الاعظم از امام کردری ج ۲ ص ۲۳۱) کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نو سو حدیثیں سنی ہیں۔

(۴) امام وکیع بن الجراحؒ:

ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبر "جامع بیان العلم" میں سید الحفاظ حضرت یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ ما رایت احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان

بحفظ حدیثہ کلہ من لہ ایسے شخص نہیں دیکھا جس نے ان سے زیادہ یا ان کے
برابر روایتیں کی ہوں وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا انہوں نے امام ابوحنیفہ
سے بہت حدیثیں سنی تھیں۔

(۵) امام حماد بن زیدؒ:

حافظ ابن عبدالبر الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء میں رقمطراز ہیں
وروی حماد بن زید عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرۃ حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے
بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں

(۶) امام اسد بن عمروؒ:

محدث صیمری نے بسند متصل ان سے متعدد تلامذہ نے
نے۔ اول میں کتب ابی حنیفۃ اسد بن عمرو الجوہر المضیئۃ ترجمہ
بن عمرو بن حبان بن وہب بجلی ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو لکھا ہے۔

(۷) امام خالد الواسطیؒ

ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانتقاء میں رقمطراز ہیں۔ روی عنہ خالد
بن سلیمان حدیثا کثیرۃ (متوفی ۲۰۳ھ) خالد نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی
حدیثیں روایت کی ہیں۔

یہ تینوں حضرات ان تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو لکھا ہے یا
پڑھا ہے۔ جو لوگ امام صاحب کے اور ان کی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے حامل نہیں ہیں
جس کی یہاں پر ہم نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے براہ راست
پڑھا اور ان سے روایت حدیث کا اجازہ حاصل کیا ہے بہت سے لوگوں نے روی عنہ من
المحدثین والفقہاء عدۃ لاتحصون (ابن ابی العوام) ان سے بہت سے
محدثین اور فقہاء نے حدیثیں روایت کی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

کتاب الآثار کے شروح، تعلیقات اور تراجم

کتاب الآثار للامام محمد بن الحسن الشیبانی کے شروح اور تعلیقات کے سلسلہ میں جو کام مناسب تھا وہ تو ہو چکا ہے۔ جس طرح دیگر کتب حدیث کی علمی خدمات کافی حد تک کی گئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اس لحاظ سے کتاب الآثار کی ایسی خدمت بھی ہو چکی ہے۔ ہمارے سامنے جو شرحیں یا تعلیق و تراجم ہیں اور خصوصاً پاکستان میں بہت سی ہیں جن کی اشاعت بھی ہے۔ یہ کتاب بھی وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے شامل نصاب کی ہے امید ہے کہ ہر خصوص پاکستان میں اس اہم کتاب کی طرف علماء محدثین و مصنفین توجہ فرمائیں گے۔ اس وقت کتاب الآثار پر جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اس کتاب میں جن راویوں سے حدیثیں مروی ہیں ان کے حالات میں دو مستقل تالیفیں ملتی ہیں۔

(۱) پہلی تصنیف جو مستقل طور پر اس کتاب کے متعلق ہے اس کا نام "ایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے یہ کتاب کراچی پاکستان کے ادارہ قرآن و العلوم الاسلامیہ اور "ارحیم اکیڈمی" نے طبع کی ہے جو کتاب الآثار کے ساتھ ہے۔

(۲) دوسری کتاب علامہ ابن حجر کی "تعجیل المنفعۃ" ہے جس میں ۱۵۷ حدیث کا تذکرہ ہے جن سے امام اعظم، امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح ستہ میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں چنانچہ اس ذیل میں انہوں نے "تعجیل المنفعۃ" میں "کتاب الآثار" امام محمد سے ان کی بھی جمع کیا ہے۔

(۳) اسی طرح بقول علامہ محدث سہسوانی حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے بھی رجال کتاب الآثار امام محمد پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

(۴) علامہ سہسوانی نقل کرتے ہیں کہ شیخ علی متقی نے حافظ زین الدین کی کتاب التعلیق علی المختصر کتاب الآثار کا خلاصہ کیا ہے اس خلاصہ کے علاوہ قلمزد نے جو کتاب الآثار کے متعلق لکھی ہیں مذکورہ بالا تفصیلات سے قطع نظر

حسین سے ان کی بیان سے ہیں۔

(۵) علامہ کاتب چلپی نے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں "کتاب الآثار" امام محمد پر علامہ سرخسی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے۔

(۶) حضرت شمس الائمہ سرخسی نے بھی اپنی معروف کتاب مبسوط میں کتاب الآثار کے متعلق خود امام محمد کی شرح کا ذکر کیا ہے۔

(۷) اسی طرح علامہ عمری نے بھی سمط الدرر فی ایمان القرن الثانی عشر میں شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن علامہ عیسیٰ عمری شافعی (المتوفی ۱۱۰۱ھ) کے ترجمہ میں ان کی شرح "کتاب الآثار" امام محمد کا ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ محدث مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ نے اس کتاب پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس کی احادیث و اسانید کی تخریج کر کے اس کا نام "لاثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" پر موسوم کیا ہے جو طباعت کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔

(۹) زیر موجود نسخوں (جو رحیمیہ کیڈمی لاہور سے شائع ہوئی ہیں) کے ساتھ محدث العصر علامہ محمد عبدالرشید نعمانی کا ایک مقدمہ ہے جو نہایت محققانہ اور مدلل ہے اور نئے معلومات کا خزینہ ہے۔ راقم الحروف (مولانا حفیظ الرحمن) نے اس سے کتاب (الازھار) کے مقدمہ میں کافی مدد لی ہے۔

(۱۰) مولانا قاضی مسلم الدین عبدالباری فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۴۴ھ) کی ایک تالیف "التعلیق المختار علی کتاب الآثار" ہے جسے ادارہ رحیمیہ کیڈمی کراچی نے شائع کی ہے۔ جس چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں

حنفی مذہب کی تاریخ، مرزا شاعت مذہب حنفی، کتب حدیث کی اہمیت اور ان کے مراتب، درجات و آثار کتاب الآثار میں امام محمد کا مذہب، دلائل و استدلال، بحث اسناد حدیث اور بحث تدلیس وغیرہ۔

(۱۱) الاختیار فی ترتیب الآثار یہ کتاب الآثار کا اشاریہ ہے جو اس نسخہ کے آخر میں

مطبوعہ ہے یہ مولانا محمد ثانی محمد عبد علیم نے مرتب کیا ہے۔

(۱۲) مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری نے بھی اس پر تین ضخیم حصوں میں بنام "قلائد الازھار علی کتاب الآثار" ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھی ہے جسکے بارے میں مولانا ابوالوفا افغانی نے شرح حسن مرید مشفعہ (یہ کلمہ شرح جسکی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں راقم کو شرح تادم تحریر دستیاب نہیں ہوئی۔ البتہ یہ شرح جلد اول کے اختتام پر ہاتھ آیا جس سے استفادہ کیا گیا۔

(۱۳) ترجمہ فوائد مولانا ابو الشیخ محمد صغیر الدین کی ہیں جو سعید ایڈ سنز کراچی نے شائع کی ہے۔

(۱۴) "المختار شرح کتاب الآثار" جو فاضل اجل حضرت مولانا الحاج محمد حبیب اللہ مختار شہید (رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان) کی ہے جو ترجمہ اور شرح ایک ضخیم جلد میں ہے شرح مختصر مگر جامع ہے دار التصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی نے شائع کی ہے۔ راقم الحروف نے اسی شرح کتاب الآثار میں ترجمہ حدیث اس شرح سے لیا ہے۔

(۱۵) علامہ ابوالوفاء افغانی کی شرح و تحقیق کتاب الآثار دو جلدوں میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے اصل نسخے سے فوٹو کاپی دستیاب ہوئی شرح نہایت محقق و مدلل ہے جسکی اشاعت مجلس علمی ڈابھیل سورت میں ہوئی۔ یہ شرح باب زیارۃ القبور تک ہے۔

(۱۶) کتاب الآثار مجلس کتاب کی خدمت سے حاصل کرنے میں راقم الحروف کی ایک کتاب الازھار علی کتاب الآثار بھی ہے جس کی پہلی جلد مع مقدمہ پانچ سو بیان (۵۵۲) صفحات پر مشتمل حدیث نمبر ۱۰۳ باب الصلوۃ فی الطاق تک تالیف ہوئی ہے۔ جلد دوسری جلد مرتب کمپوز تک ہے فراغت کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تسبیح علمیہ کراچی سے یہ امید واثق ہے کہ الازھار علی کتاب الآثار چار جلدوں میں مکمل شرح ہو جائیگی۔ اللھم وفق

اس کے علاوہ بھی کتاب الآثار کے تراجم و شروح ہوئی ہیں تاہم قلم برداشتہ تحریر کی گئی ہے۔

مسانید امام اعظم

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تدوین حدیث کی قدر میں مگر یہاں یہ بتانا ہے کہ امام

صاحب کے فن حدیث کے کوئی مجموعہ موجود ہے یا نہیں۔ کتاب الآثار کا تذکرہ تفصیلاً ہو چکا ہے۔ تاہم امام علامہ کوثریؒ نے ان مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے۔ جو امام صاحب سے بسند متصل مروی ہیں اور ان مسانید کو ان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے۔

محدث خوارزمیؒ (المتوفی ۶۶۵) جو کہ ان مسانید کے جامع ہیں۔ ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے شام کے بعض جاہلوں سے سنا کہ وہ امام اعظمؒ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر قلت روایت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسند شافعیؒ مسند احمد بن حنبلؒ اور موطا امام مالکؒ تو مشہور ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں ہے۔ (جامع المسانید للخوارزمیؒ ج ۱ ص ۴) بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف چند احادیث کی روایت پر اکتفاء کیا ہے۔ اسلئے میری دینی حمیت نے آمادہ کیا کہ امام صاحبؒ کی ان پندرہ مسانید کو یکجا جمع کردوں جنہیں بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کیا ہے۔

ان جامعین کے مختصر حالات بھی محدث خوارزمیؒ نے بیان کئے ہیں۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حمادؒ کی مسند

(۲) امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار

(۳) مسند حسن بن زیاد اللؤلؤی

(۴) امام محمدؒ کی کتاب الآثار

ان حضرات نے براہ راست امام صاحبؒ سے روایت کی ہے۔

(۵) مسند حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاریؒ جو عبداللہ الاستاذ کے لقب سے مشہور اور ابو حفص کبیرؒ کے شاگرد ہے۔

(۶) مسند حافظ ابو نعیم الاصبہانی صاحب کتاب الحلیۃ

(۷) مسند ابی القاسم طلحہ بن محمد بن جعفرؒ

(۸) مسند حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی بن جرجانیؒ

(۹) مسند عمرو بن حسن الشنانیؒ

(۱۰) مسند ابی الحسن محمد بن جعفرؒ

ان چھ حضرات کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔

(۱۱) مسند ابوبکر احمد بن محمد مکدعیؒ

(۱۲) مسند حافظ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاریؒ

(۱۳) مسند حافظ بعدیؒ

(۱۴) مسند حسین بن محمد خسرویؒ

(۱۵) مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ (المتوفی ۶۵۰ھ) کی شرح ملاعلی قاریؒ نے لکھی ہے۔

دیکھئے (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے صفحہ ۸۵)

مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ کا یہ نسخہ ہمارے بعض مدارس میں شامل نصاب بھی ہے۔ اسکی ترتیب میں خاتمۃ الحفاظ محدث القرن المنصرم محمد عابد السندی الانصاریؒ (المتوفی ۱۲۵۷ھ) نے بڑے اہتمام اور احتیاط سے کام کیا ہے۔ اور آج زیادہ تر یہی نسخہ متداول اور مشہور ہے۔ اور اسی نسخہ کی نہایت اہم اور مفصل شرح بنام "تنسیق النظام فی مسند الامام" علامۃ المتاخرین الشیخ المحدث الفقیہ محمد حسن السنبلیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) کی ہے جو ایک حاشیہ کی صورت میں ہے مگر جامع شرح ہے۔ علاوہ ازیں اس نسخہ کی ابتداء میں ایک مقدمہ شامل ہے جو ۱۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ اور شرح دونوں عربی میں ہیں۔ اس نسخہ میں ۲۳ روایات ہیں۔

اس کا اردو ترجمہ نظر ثانی و اصلاح حضرت مولانا خورشید عالم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے کیا ہے۔ جبکہ اس مترجم اردو کا مقدمہ نہایت شرح وبسط سے خصوصاً "مسانید امام اعظم" کے رواۃ کے تراجم کی تفصیل اور دیگر اہم مباحث محدث عصر علامہ محمد عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ نے تحریر فرمایا۔ اور اس مقدمہ کے ساتھ ہی "حالات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے مولانا قاری احمد صاحب (پانی پتی) نے کافی مواد کے ساتھ امام موصوفؒ کے سوانح حیات کو جمع کر دیا ہے۔

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الیٰ البتی ، کتاب العالم والمتعلم:

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الی البتی ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الرد علی القدریۃ امام ابوحنیفہ کی تصانیف ہیں (الفہرست لابن ندیم ۲۹۹)

اور امام طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم میں علم کلام کی کثیر بحثیں لکھے ہیں۔ علامہ حافظ الدین الخوارزمیؒ نے اپنی کتاب (مناقب ابی حنیفہ میں لکھا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقیسی العمادیؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئے دیکھی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں اور اس پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے جن میں سے فخر الاسلام بزدویؒ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے امام الشیخ عبدالعزیز بخاری بھی ہیں جنہوں نے شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ مقام ابی حنیفہ بحوالہ مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ ج ۲ ص ۲۹ طبع دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ۲۔ امام صاحب کی املائی تصانیف بھی ہیں جن کو ان کے لائق اور قابل قدر تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف وغیرہ امام صاحبؒ کی تعلیم اور تدریس کے وقت قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ احکام الاحکام ، لشیخ الاسلام ابو الفتح محمد بن علی الشہیر بابن دقیق العید الشافعیؒ المتوفی ۷۰۲ھ) کی تالیف وتصنیف نہیں بلکہ وہ املاء کرواتے تھے۔ اور باوجود کہ ابن دقیق العیدؒ کی اپنے تصنیف نہ ہونے کے وہ انہی کی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کی تصانیف میں اکثر وہ املائی تصانیف مراد ہیں جن کو ان کے سامنے اور ان کے حکم سے ان کے تلامذہ قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ جب ایک مسئلہ پر اچھی طرح غور وخوض ہو جاتا تو آپ فرماتے۔ اکتبوھا کہ اب مسئلہ لکھ لو اور بجائے سینہ کے سفینہ میں محفوظ کر لو۔ اور امام صاحب کی املائی کتابوں میں ۷۰ ستر ہزار سے زیادہ احادیث کی موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔

(مقام ابوحنیفہ صفحہ ۱۱)

(کتابیات)

۱	درمختار علی ہامش ردالمحتار لابن عابدین
۲	مقدمہ ابن خلدون
۳	الاعلام للزرکلی
۴	سیرۃ النعمان
۵	ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ واراہ الشیخ ابوزہر
۶	امام ابوحنیفہ اوران کے ناقدین
۷	مقالات کوثری
۸	حیات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دہلوی
۹	مرقاۃ المفاتیح
۱۰	شرح الاشباہ والنظائر
۱۱	المیزان للشعرانی
۱۲	امام اعظم اور علم حدیث
۱۳	حیات امام اعظم ابوحنیفہ
۱۴	فیوض الحرمین
۱۵	وسعۃ الفقہ الحنفی
۱۶	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثہ
۱۷	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثہ
۱۸	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثہ
۱۹	التعلیقات
۲۰	تذکرۃ الحفاظ
۲۱	تاریخ العرب
۲۲	الفہرست لابن الندیم
۲۳	ابن ماجہ اور علم حدیث
۲۴	معرفۃ علوم الحدیث
۲۵	اعلام الموقعین
۲۶	مناقب صدر الائمہ
۲۷	مناقب الامام الاعظم
۲۸	الجواہر المضیہ
۲۹	الانتقاء لابن عبدالبر
۳۰	مناقب ابی حنیفہ للذہبی
۳۱	جامع المسانید للخوارزمی
۳۲	محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے
۳۳	مقام ابی حنیفہ للشیخ صفدر
۳۴	مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین
۳۵	مقام حنفیت
۳۶	عقود الجمان
۳۷	مقدمہ اعلاء السنن
۳۸	دول الاسلام
۳۹	تہذیب التہذیب
۴۰	جامع بیان العلم